رجسٹرڈ ایل نمبر ۹۰۸

وَلْتَكُنْ مِّنْكُمْ اُمَّةٌ يَّدْعُوْنَ اِلَى الْخَيْرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ

رسالہ

اشاعت اسلام

اُردو ترجمہ

اسلامک ریویو مجریہ ووکنگ (انگلستان)

بہ ادارت

خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی مبلّغ اسلام

جلد (۷)	بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۱ء	نمبر (۶)

قیمت سالانہ للعہ

یہ کار ثواب ہے کہ آپ ان رسالجات کی خریداری بڑھائیں کیونکہ انہیں رسالوں کی آمد بہت حد تک مسلم ووکنگ مشن کے اخراجات کی کفیل ہے رسالہ ہذا کی دس ہزار اشاعت ووکنگ مسلم مشن کے ایک تہائی اخراجات کی ذمہ دار ہو سکتی ہے

درخواستہائے خریداری بنام خواجہ عبدالغنی مینیجر اشاعت اسلام لاہور آنی چاہئیں

ضروری اعلان

۱۔ تمام ترسیل زر متعلقہ رسالہ ہذا و اسلامک ریویو ووکنگ مشن بنام فنانشل سکرٹری ووکنگ مسلم مشن عزیز منزل لاہور اور باقی کل خط و کتابت بنام منیجر رسالہ اشاعت اسلام عزیز منزل لاہور ہونی چاہیئے

۲۔ اشاعت اسلام ماہواری رسالہ ہے اور ہر انگریزی ماہ کی یکم تاریخ کو لاہور سے شائع ہوتا ہے ٭

منیجر رسالہ اشاعت اسلام

زکوٰۃ و صدقات کا بہترین مصرف

از روئے تعلیم قرآن اشاعت اسلام بہترین مصرف زکوٰۃ ہے۔ اگر آپ صرف زکوٰۃ کو ان رسالوں کی مفت تقسیم پر یا اس اسلامی مشن کی دیگر ضروریات پر خرچ کریں۔ تو آپ اپنے فرض سے سبکدوش ہونگے منیجر

اسلام کی سخت احتیاج

اس وقت یہ ہے، کہ اسکی اصل تعلیم کو بلاد غربیہ کے کونوں میں پہنچایا جائے۔ اور اسکے چہرے پر سے ان بدنما داغوں کو دور کیا جائے جو پادریوں کی افترا کا نتیجہ ہیں مسلمانو اس کام میں ہماری مدد کرو منیجر

تصنیفات حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

خطبات غربیہ

(قیمت فی خطبہ ۲؎) مصنفہ حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری ایڈیٹر اسلامک ریویو مرحوم ووکنگ (انگلستان) یہ وہ معرکۃ الآرا خطبے ہیں جو حضرت خواجہ صاحب نے اپنے قیام لندن میں ناآشنایان اسلام کو اسلام سے معروف کرانے اور ان پر حقانیت اسلام متحقق کرانے کیلئے انگلستان فرانس اور سکاٹلینڈ کے مختلف مقامات پر تقریریں کیں اور لیکچر دیئے اور بعض احباب کی فرمائش پر اردو میں ترجمہ کر کے چھاپے گئے ہیں جو ذیل میں درج ہیں :۔

۱۔ سلسلہ خطبات غربیہ موسوم بہ مسجد ووکنگ کے ابتدائی خطبات

۲۔ ۔۔ ۔۔ ۔۔ توحید ۔ اسلام اور تصوف

۳۔ خطبات عیدین

۴۔ دہریوں اور ملحدین کو خطاب

۵۔ اسلام اور دیگر مذاہب

۶۔ حقوق نسواں

بقیہ فہرست کتب ٹائٹل کے آخری صفحہ پر درج ہے۔

Mr. A. A. O. Abdul Ghani Dixon.

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اشاعت اسلام

جلد (۷) بابت ماہ جون سنہ ۱۹۲۱ء نمبر (۶)

فہرست مضامین

نمبر شمار	مضمون	مضمون نگار	صفحہ
۱	بلادِ غربیہ میں تبلیغِ اسلام ..	جناب مولوی سید دو محمد صاحب انصار مسجد ووکنگ	۳۴۹
۲	اسلام کا اثر	ایڈیٹر	۳۵۵
۳	اسلام میں خدا کا مفہوم	"	۳۵۶
۴	اسلام میں حقوقِ نسوان	جناب علامہ محمد مارمڈیوک پکتھال صاحب نومسلم	۳۵۷
۵	بنی آدم کیلئے پیغام	جناب خالد شیلڈرک صاحب نومسلم	۳۶۵
۶	مکالمۂ الٰہیہ (الہام)	جناب ماسٹر یعقوب خان صاحب بی اے - بی ٹی	۳۷۲
۷	غزوات نبوی - - ..	جناب مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے	۳۷۵
۸	جہالت عظیم - - -	ایڈیٹر - - - -	۳۸۲
۹	وحدانیت - .. -	" - - - -	۳۸۴
۱۰	فرقہ بندی .. - -	ایک مستورہ رنگون	۳۸۷

شذرات

اِس ماہ کے رسالہ کے ساتھ مسٹر اے۔ اے۔ او عبدالغنی ڈکسن فری ٹاؤن سیارلیون مغربی افریقہ کے ایک بزرگ کا فوٹو شائع کیا جاتا ہے جنہوں نے حال ہی میں اسلامی لٹریچر مطالعہ کر کے اپنے قبول اسلام کا اقرارنامہ بمعہ فوٹو کے مسجد ووکنگ میں ارسال کیا ہے۔ صاحب موصوف کے انگریزی خط کا ترجمہ اسی رسالہ میں کسی دوسری جگہ "افریقہ میں ایک اور عیسائی کا قبول اسلام" کے عنوان سے ہدیہ ناظرین کرام کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمارے اس نومسلم بھائی کو استقامت عطا فرمائے۔ اور اپنے پاک دین متین پر چلنے کی توفیق دے +

تقریباً ایک سال کے طول وطویل سفر (سماٹرا - جاوا - سنگاپور - برہما) کے بعد آج مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۲۳ء کو حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری بخیریت لاہور پہنچ گئے ہیں۔ امید قوی ہے کہ آپ تین چار ماہ تک لاہور ہی میں قیام فرمائیں گے۔ اور اس کے بعد انشاء اللہ العزیز عازم ووکنگ ہونگے +

ترکی وفد کے رؤسائے سے میری ملاقات

اشاعت اسلام کی اہمیت

پچھلے دنوں ترکی قوم کے دو وفد اپنی اپنی حکومتوں کی طرف سے لندن کانفرنس میں شریک ہونے کے لئے آئے تھے۔ ایک وفد قسطنطنیہ سے سلطان المعظم کی گورنمنٹ کی طرف سے تھا۔ دوسرا وفد مصطفےٰ کمال پاشا کے

فریق مقیم انگورا کی طرف سے قسطنطنیہ کے وفد کے رئیس ہز ہائنس توفیق پاشا وزیر اعظم ٹرکی تھے۔ اور انگورا گورنمنٹ کے وفد کی عنان نیابت ہز ایکسیلنسی بکر سامی بے کے ہاتھ میں تھی۔ دونوں وفد لندن کے ایک مشہور ہوٹل میں جو سوائے ہوٹل کے نام سے موسوم ہے فروکش تھے۔ اسلام کے رشتہ اخوت نے تمام دنیا کے مسلمانوں کو خواہ وہ زمین کے کسی گوشہ میں سکونت پذیر ہوں ایک لڑی میں پرویا ہوا ہے۔ اس رشتہ اخوت کے لحاظ سے میں نے ترکی قوم کے ان برگزیدہ حضرات سے ملاقات کا تہیہ کیا۔ جو ان دنوں اتفاق سے لندن میں اپنے سیاسی مسائل ومطالبات کے تصفیہ کیلئے پہنچ گئے تھے۔

ہز ایکسیلنسی بکر سامی بے سے ملاقات

میں نے دونوں صاحبان کی خدمت میں ایک ہی وقت چٹھیاں لکھیں۔ وفد انگورا کے رئیس ہز ایکسیلنسی بکر سامی بے کی طرف سے پہلے جواب موصول ہوا۔ اور انہوں نے نہایت خوشی سے ملنے کیلئے وقت دیا۔ ہز ہائنس توفیق پاشا کی طرف سے جواب میں تاخیر اسلئے ہوئی۔ کہ آپ بدقسمتی سے بیمار ہو گئے۔ چنانچہ کانفرنس میں بھی دونوں فریق کی وکالت وسفارت بکر سامی بے ہی کرتے رہے کیونکہ توفیق پاشا علالت کی وجہ سے شمولیت مجلس سے معذور تھے۔

غرض میں یکم مارچ کو مقررہ وقت پر خواجہ نذیر احمد صاحب خلف خواجہ کمال الدین صاحب کے ساتھ سوائے ہوٹل میں پہنچا۔ ہز ایکسیلنسی کا قیام اس وسیع وشاندار عمارت کی تیسری منزل پر تھا۔ ہوٹل کے خدام نے ہمیں برقی جھولوں کے ذریعہ تیسری منزل پر پہنچایا۔ اور وہاں ہز ایکسیلنسی کے سکرٹری نے ملاقات کے کمرے کی طرف ہماری رہنمائی کی۔ ہم کمرے میں داخل ہو کر بیٹھے ہی تھے۔ کہ ہز ایکسیلنسی تشریف لے آئے۔ اندر قدم رکھتے ہی آپ نے ہمیں اس اسلامی طریق خطاب سے مخاطب کیا جو مسلمانوں کا امتیاز خصوصی ہے۔ اور جس کا ارشاد قرآن مجید

کی آیت من القی الیکم السلام میں ہوا ہے - ہز ایکسیلنسی نہایت وجیہ کشیدہ قامت اور مسن بزرگ ہیں - انگریزی لباس پہنے ہوئے تھے - فرانسیسی اور فارسی زبان میں بلا تکلف بول سکتے ہیں - اسلیے فارسی زبان میں گفتگو شروع ہوئی - اور ترجمان کی ضرورت پیش نہ آئی - سلام علیکم اور مزاج پرسی کے بعد قریباً آدھ گھنٹہ تک مختلف باتیں ہوتی رہیں جنمیں ہز ایکسیلنسی نے اسلام اور مسلمانوں کے ساتھ خواہ وہ کہیں رہتے ہوں - بیحد ہمدردی کا اظہار کیا - ہز ایکسیلنسی مجھ سے مسلمانان ہند کی تعلیمی حالت دریافت کرتے رہے - اور جب میں نے علیگڈھ میں مسلم یونیورسٹی کے قیام کا ذکر کیا - تو آپکے چہرے پر خوشی کے آثار نظر آنے لگے - اور آپ نے فرمایا :-

"ہم مسلمان سمجھتے ہیں - کہ عیسائی ہمارے دشمن ہیں - یہودی ہمارے دشمن ہیں ہندو ہمارے دشمن ہیں مگر حقیقت یہ ہے - کہ ہمارا سب سے بڑا دشمن جہالت ہے - مسلمانوں کو قرن اولے میں علم و فن کے ذریعہ سے ہی ترقی ہوئی تھی - اب بھی اسی سے ہوگی - ہم نے پہلے زمانہ میں تلوار سے ترقی حاصل نہیں کی - بلکہ علوم سے کی تھی - آج بھی اسی کی کرنی چاہیے - چنانچہ ہم نے انگورا میں اس غرض کیلئے ایک مجلس علمی منعقد کی ہے - جسے سیاسیات سے کچھ غرض نہیں بلکہ اس کا مقصد صرف علمی تحقیقات ہے - اور ہماری خواہش ہے - کہ عرب - شام - پنجاب - ہندوستان چین بلکہ تمام دنیا کے مسلمان اس مجلس علمیہ میں شریک ہوں" +

اس کے بعد میں نے ووکنگ مشن کا ذکر کیا - جس پر ہز ایکسیلنسی نے نہایت مسرت کا اظہار کرتے ہوئے اپنے برطانوی برادران کی ملاقات اور مسجد ووکنگ میں نماز ادا کرنے کی خواہش ظاہر کی - چنانچہ اس کے بعد آپ اپنے متعدد ہمراہیوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے - جس کی مفصل کیفیت قبل ازیں بھیجی جاچکی ہے) +

دوران گفتگو میں میں نے ہز ایکسیلنسی کی خدمت میں ترجمۃ القرآن انگریزی

پیش کرتے ہوئے یہ بھی کہا کہ ترکوں کو اشاعت اسلام اور خدمت قرآن کرنی چاہیئے جس پر آپ نے فرمایا۔ کہ "بیشک یہ ہمارا فرض ہے۔ اور اشاعت اسلام سے بہت بڑا فائدہ یہ ہے۔ کہ اسلام اور مسلمانوں کے متعلق جو غلط فہمیاں اس مُلک یا دوسرے ممالک یورپ میں پھیلی ہوئی ہیں۔ وہ دور ہو جاتی ہیں آپ جو کام یہاں کر رہے ہیں۔ ہم اس کا بہت شکریہ ادا کرتے ہیں۔ اور میں انگورا میں جا کر اس کا نہایت خوشی سے ذکر کرونگا"

ہز ہائینس توفیق پاشا کا مکرمت نامہ
اور
ہز ایکسیلنسی داماد اسمٰعیل حقی سے ملاقات

دوسرے دن ہز ہائنس توفیق پاشا وزیر اعظم ٹرکی کی طرف سے جواب موصول ہوا کہ ممدوح خود تو بیمار ہیں۔ اسلئے ملاقات نہیں ہو سکتی لیکن آپ کی جگہ آپکے فرزند ارجمند ہز ایکسیلنسی داماد حقی نے جنہیں ہز میجسٹی سلطان کے ساتھ نسبت فرزندی بھی حاصل ہے بڑی خوشی سے ملیں گے۔ اور اسی غرض سے آپنے مجھے ۳ مارچ بروز پنجشنبہ شام کے چار بجے چاء پر مدعو کیا۔ چنانچہ میں وقت مقررہ پر خواجہ نذیر احمد صاحب کے ساتھ حاضر ہو گیا۔ ہز ایکسیلنسی اپنے والد ماجد کے ساتھ سوائے ہوٹل کی چھٹی منزل پر اقامت پذیر تھے۔ خدام ہوٹل نے آپ کی فرودگاہ کی طرف ہماری رہنمائی کی۔ اور وہاں آپ کے سکرٹری نے استقبال کیا۔ ہز ایکسیلنسی فرنچ بول سکتے ہیں۔ مگر میں اس سے نابلد تھا۔ اسلئے ترجمان کی ضرورت پڑی۔ اور اس ضرورت کو ہز ایکسیلنسی کے سکرٹری نے جو انگریزی میں گفتگو کر سکتے تھے پورا کیا۔ ابتدائی مراسم مزاج پرسی کے بعد لندن کانفرنس کے متعلق کچھ باتیں ہوئیں۔ اور ہز ایکسیلنسی نے

نے ہمیں سمرنا کی آبادی کے نقشے دکھائے۔ جن سے معلوم ہوتا تھا کہ خاص سمرنا میں ترکوں کی آبادی یونانیوں سے زیادہ ہے +

اس کے بعد اشاعت اسلام پر ہم نے سلسلہ گفتگو شروع کیا جسمیں ہز ایکسیلنسی نے بڑی دلچسپی کا اظہار فرمایا۔ اور بڑی خوشی سے ان خوشن آئند گرانقدر نتائج کو سُنا۔ جو ووکنگ مشن کو اس مختصر زمانہ میں حاصل ہوئے ہیں۔ ہز ایکسیلنسی کو اشاعت اسلام میں ایک شغف معلوم ہوتا تھا۔ چنانچہ دوران گفتگو میں آپ نے فرمایا:۔

"جب میں جرمنی میں فوجی تربیت کے لئے تھا۔ تو میں نے بھی ایک خاندان کو حلقہ بگوش اسلام کیا تھا۔ ایک فوجی افسر کے ساتھ میری دوستی ہو گئی تھی۔ آہستہ آہستہ میں نے اُسے اسلام کے اصول اور تعلیم بتانی شروع کی۔ کچھ عرصہ میں وہ اس قدر متاثر ہو گیا کہ اس نے قبول اسلام کا اعلان کر دیا۔ اس کے بعد اس کے رشتہ داروں نے اسکی مثال کی تقلید کی۔ اور سارا خاندان مسلمان ہو گیا" +

اس کے بعد میں نے آپ کی خدمت میں انگریزی ترجمۃ القرآن پیش کیا جس کو دیکھ کر آپ بہت خوش ہوئے۔ اور فوراً اپنے والد ماجد ہز ہائنس توفیق پاشا کے جو دوسرے کمرے میں لیٹے ہوئے تھے دکھانے کو لے گئے اور اپنے والد ماجد کا دلی شکریہ ادا کرتے ہوئے آپ نے ہدیہ اسلامی کو قبول کیا۔ اور قرآن کریم کو بوسہ دیکر پیشانی سے لگا کر اپنے پاس رکھ لیا اسکے بعد چاء پیش کی گئی جسمیں ہز ایکسیلنسی کے دوسرے رفقاء اور اراکین وفد بھی شریک ہوئے۔ چاء نوشی کے وقت بھی مختلف باتیں ہوتی رہیں۔ غرض تقریباً ایک گھنٹہ کی پُر لطف صحبت کے بعد ہم نے اجازت طلب کی ہز ایکسیلنسی نے دوبارہ نہایت موثر الفاظ میں ہمارا شکریہ ادا کیا۔ اور ازراہ محبت برقی جھولے تک مشائعت کے لئے تشریف لائے۔ ہز ایکسیلنسی کے اخلاق نہایت وسیع ہیں اور میرے دل پر ان کا خاص اثر ہے +

مسلمانوں کیلئے سبق

میں نے یہ تمام کیفیت محض دل لگی کے لیے نہیں لکھی۔ نہ میرا مطلب اس سے خود نمائی ہے۔ بلکہ اصل غرض یہ ہے۔ کہ مسلمان ان خیالات سے کوئی عملی فائدہ حاصل کرلیں۔ ترک قوم مسلمانوں میں ایک ممتاز قوم سمجھی جاتی ہے۔ مسلمانان ہند کے دلوں میں بھی ان کی بڑی عزت و وقعت ہے کہ زمانہ دراز کی حکومت کرنیوالوں کو آئین حکومت کم از کم ہم سے زیادہ آتے ہونگے۔ اس قوم کے برگزیدہ ممبروں کی رائے میں نے پیش کردی ہے۔ جسے ہم ہندوستان کے مسلمانوں کو آویزہ گوش بنانا چاہیئے۔ ان کے سارے خیالات کا خلاصہ اگر سمجھنا چاہو۔ تو صرف یہی ہے۔ کہ علم کی دولت حاصل کرو۔ اور اشاعت اسلام کی برکت سے دنیا میں بڑھو۔ یہی وہ اصول ہیں جن سے مسلمانوں نے ترقی کی تھی۔ اور ان ہی سے آج وہ اپنی بگڑی بنا سکتے ہیں۔ کاش کالجوں اور سکولوں کی شکست و ریخت کے مدعی اور طلباء کو تحصیل علوم سے نے بہرہ رکھنے والے بزرگ جنہیں آج تک ترکوں سے ہمدردی کا دعویٰ بھی ہے ترکوں کی نصیحت پر عمل پیرا ہوں۔ ترکی وفد اپنے اپنے مقامات پر واپس چلے گئے۔ لیکن ان کے خیالات مَیں مسلمانان ہند کی خدمت میں نصیحت کے لئے پیش کررہا ہوں +

مراد ما نصیحت بود کردیم
حوالت با خدا کردیم و رفتیم

مسجد ووکنگ انگلستان — مصطفےٰ خان

ناظرین کرام اس راہ کرم اس پُرفتن زمانہ میں اشاعت اسلام کیطرف توجہ فرمائیں کیونکہ مسلمانوں کی کامیابی کا راز اشاعت دین ہی میں مضمر ہے +

خادم۔ مینجر

ایک جنونی دماغ کا خبط

اکثر دیکھنے میں آیا ہے کہ وہ لوگ جن کا سر غرور سے پر ہوتا ہے (دیوانہ وار) اپنی کامیابیوں کے زمانہ میں اس قسم کے کلمات بول اٹھتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو ایسی اعلیٰ طاقتوں کا مالک خیال کرتے ہیں جو معمولی انسانوں میں نہیں ہو سکتیں۔ ان میں سے ایک قیصر بھی تھا جس نے آج سے تیدرہ سولہ سال قبل مشاہدات قدرت اور الہام آلہی کے متعلق اپنی رائے ظاہر کرتے وقت سُنا ہے کہ ذیل کے الفاظ بولے :-

"انسانی ترقی و تربیت کے لئے خدا بذاتہ انسانی شکل میں ظاہر ہوا ہے۔ خواہ وہ انسان پادری ہو یا بادشاہ کافر ہو یا یہودی یا عیسائی۔ چنانچہ موسیٰ۔ ابراہیم ہیومر شارلمین۔ لوتھر شیکسپیر۔ گوائٹے۔ کینٹ۔ اور شاہنشاہ ولیم اعظم کے ذریعہ جنہیں خدا نے منتخب کیا۔ بڑے بڑے غیر فانی نتائج مرتب ہوئے۔ میرا دادا بھی اکثر کہا کرتا تھا کہ وہ خدا کے ہاتھ میں ایک آلہ کا کام دیتا ہے" +

ان سطور سے ظاہر ہے کہ اگر شاہ جرمنی گزشتہ جنگ میں فتح حاصل کر کے غیر فانی نتائج و کامیابی حاصل کر لیتا تو وہ یقیناً مدعیٔ نبوت ہوتا۔ بلکہ اغلب ہے کہ وہ اپنے آپکو خدا کا اوتار قرار دیتا۔ اس صورت میں خدا کے ان تمام راستباز بندوں کی صداقت جنہوں نے نبوت یا رسالت کا دعویٰ کیا دھندلی پڑ جاتی۔ اور سچ و جھوٹ اور الہام آلہی اور پر جوش دماغ و جھنیلے خواب میں کوئی امتیاز نہ رہتا +

یہ امر قابل غور ہے کہ شاہ جرمنی جس کے قبضہ قدرت میں بڑے بڑے مادی ذرائع تھے باوجود جرار فوج لئے کے اپنی تمام سلطنت کو قریباً تباہ شدہ پاکر خود ایسی حالت میں پہنچتا ہے کہ اسے غیر ملک میں جاکر پناہ لینی پڑتی ہے۔ اسکے بالمقابل ہم ربانی رسولوں کو دیکھتے ہیں۔ ابتدا میں وہ بہت کمزور و بے بس نظر آتے ہیں۔ اور اس بیکسی کی حالت میں جبکہ انکی مخالفت بھی انتہائی درجہ تک پہنچ جاتی ہے وہ اپنے دشمنوں کی تباہی و بربادی اور اپنے مشن کی ترقی و کامیابی کی پیشگوئی کرتے ہیں لیکن جس طرح وہ کہتے ہیں اسی طرح ظہور میں آتا ہے۔ پس اسی سے یقینی طور پر خدا کی ہستی کا ثبوت ملتا ہے اور اسکے رسولوں کی صداقت ظاہر ہوتی ہے +

بلاد غربیہ میں تبلیغ اسلام

ترکی وفد مسجد ووکنگ میں

"ہز ایکسیلنسی باقر سامی بے کا وعظ انگریز نومسلمین کو"

ایک افریقن ایک انگریز مرد اور عورت کا قبول اسلام

ناظرین کرام کو معلوم ہوگا۔ کہ اس وقت ترکوں کے دو ڈیلیگیشن لندن میں اتحادی کانفرنس کے سامنے اپنے دعاوی پیش کرنے کے لیے آئے ہوئے ہیں۔ ان میں سے ایک وہ ہے جو قسطنطنیہ کی حکومت کی طرف سے ہے۔ اور ہز ہائنس توفیق پاشا وزیر اعظم اس کے رئیس الوفد ہیں۔ دوسرا وفد کمال پاشا یا انگورا کے نیشنلسٹ ترکوں کا نمائندہ ہے۔ اور اس کے رئیس ہز ایکسیلنسی باقر سامی بے ہیں +

یہ موقعہ نہیں کہ ان ہر دو وفود کے کاموں۔ اور کانفرنس میں ان کے پیشکردہ دعاوی اور ان کے نتائج کو دہرایا جائے۔ ان سب باتوں کو تفصیل کے ساتھ ہمارے ناظرین کرام سن چکے ہونگے۔ صرف اسی قدر بتا دینا کافی ہے۔ کہ دوران کانفرنس میں ہز ہائنس توفیق پاشا تقاضاء عمر اور اس سفر کی صعوبتوں کی وجہ سے بہت بیمار رہے۔ کچھ تو اس وجہ سے بہت بیمار ہو۔ کچھ تو اس سبب سے بھی کہ کانفرنس سے پہلے ہی ہر دو وفود خوش قسمتی سے ایک رائے پر پہنچ چکے تھے اور ان کا اتحاد ہوگیا تھا۔ ہز ایکسیلنسی باقر سامی نے ہی ہر دو وفود کی نمائندگی کرتے رہے۔ ہز ایکسیلنسی خود بھی بوڑھے آدمی ہیں۔ اگرچہ ان کی شکل وشباہت اور عظیم الجثہ ہونا دیکھنے والے پر ایک خاص رعب طاری کرتا ہے +

مسجد میں تشریف آوری ہز ایکسیلنسی نے دوران قیام لندن میں ایکبر تبہ

مولوی مصطفیٰ خان صاحب بی اے کو ملنے کا موقعہ دیا۔ اس کے بعد خود گذشتہ ۶ مارچ ۱۹۲۱ء کو معہ اپنے ساتھیوں کے مسجد میں تشریف فرما ہوئے۔ اس دوسرے موقعہ پر بہت سے انگریز نومسلم اور دیگر اصحاب بھی تشریف لے آئے تھے جنمیں لارڈ ہیڈ لے الفاروق ڈاکٹر ایچ ایم لیون مسٹر خالد شیلڈرس ۔ مسٹر گرو حبیب اللہ اور بہت سے دیگر اصحاب بھی شامل تھے +

دعوت اور نماز قریباً ۱۲ بجے ہز ایکسلنسی اور دیگر ممبران وفد یہاں آئے۔ اور تھوڑی دیر تک عربی اور فارسی میں باتیں کرنے کے بعد ما حضر اپنے ہمراہیوں اور دوسرے معزز مہمانوں کے ساتھ تناول فرمایا۔ اس کے بعد مسجد میں ہمارے عرب دوست مولوی سید عبد المحیی صاحب مولوی فاضل نے اپنے مخصوص عربی لہجہ میں صد اے اللہ اکبر بلند کی یعنی نماز ظہر کیلئے اذان کہی۔ جس کو سُننے سے بہت سے ممبران وفد خوشی سے پھولے نہ سماتے تھے۔ سرزمین تثلیث میں اللہ اکبر کی آواز ایک مسلم کے قلب پر جو اثر کرتی ہے۔ وہ ان کے چہروں سے نمایاں تھا۔ اسی عالم مسرت میں سب کا فوٹو لیا گیا۔ اور اس کے بعد نماز با جماعت پڑھی گئی +

ایک افریقن پروفیسر کا قبول اسلام اور لارڈ ہیڈلے نماز کے بعد ایک افریقن پروفیسر نے جن کا نام پروفیسر (پاکپاکوارٹی) Khakpa Quarley ہے اور سترہ برس تک عیسائی رہ چکے ہیں۔ قبولیت اسلام کا اعلان کیا جس پر رائٹ آنریبل لارڈ ہیڈلے نے سب سے پہلے بڑھ کر اس سے مصافحہ کیا۔ اور اسے مبارکباد دی اور اس کے بعد لارڈ موصوف نے ایک مختصر سی تقریر اسلام پر کی۔ اور اپنی دو انگریزی نظمیں اور ایک دعا جو سورہ فاتحہ کا ترجمہ ہے پڑھ کر سُنائی +

ہز ایکسلنسی باقر سلطان کی تقریر اسی وقت ہز ایکسیلنسی باقر سامی رئیس الوفد نے مسلمانوں اور دیگر حضرات کو فارسی زبان میں ایک دلنشین وعظ کیا جسکا ترجمہ ساتھ ساتھ انگریزی زبان میں مسٹر عبد الصمد خان صاحب قنصل ایران کرتے گئے آپ نے فرمایا کہ اس جگہ آکر اور اپنے مسلمان بھائیوں کے ساتھ نماز پڑھ کر جو مسرت مجھے

حاصل ہوئی ہے وہ بیان سے باہر ہے۔ میں اس دن کو نہ صرف خود ہی خوشی کے ساتھ یاد رکھونگا۔ بلکہ جب میں انگورا میں واپس جاؤنگا۔ تو اپنے اہل وطن سے بھی اس کا ذکر کرونگا جو سب غائبانہ اس خوشی میں شریک ہونگے۔ یہ مقدس گھر (مسجد) ایسی جگہ نہیں کہ جہاں سیاسی مسائل پر کچھ کہنا مناسب ہو لیکن جس مقدس مشن کو لے کر ہم آئے ہیں اس کے متعلق میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کہ اس کا منشاء قیام امن کی کوشش کرنا ہے۔ صرف اپنے ہی ملک میں نہیں۔ بلکہ کل دنیا میں قیام امن اس مشن کی غرض اور مدعا ہے +

میں کوئی دینیات کا عالم نہیں مسائل دینیات اور امور مذہبی کی توضیح یہ ان (مولوی مصطفے خان صاحب کی طرف اشارہ کر کے) لوگوں کا کام ہے جو عالم دین ہیں لیکن میں اس قدر کہونگا۔ کہ مغرب میں اسلام کو بہت بُرا رنگ دیا گیا ہے۔ اور اسکی تصویر کو بہت بگاڑ کر پیش کیا گیا ہے۔ حالانکہ اسلام ایک بالکل سادہ اور اور بڑا ہی معقول مذہب ہے۔ وہ پانچ ارکان جن پر دین کی عمارت کھڑی ہے کیا ہیں۔ پہلا رکن کلمہ شہادت ہے۔ یعنی توحید الٰہی اور رسالت نبوی کا اقرار۔ توحید ایک ایسی چیز ہے کہ جس پر کل دنیا جہان کی سلامتی اور امن موقوف ہے۔ اگر ایک خدا کی بجائے بہت سے خدا ہوں تو دنیا سلامت نہیں رہ سکتی۔ ان تمام خداؤں میں نزاع اور خانہ جنگی برپا رہیگی۔ ایک کی مرضی دوسرے کے خلاف ہونے پر جو نتائج ہوتے ہیں۔ وہ ایک سے زیادہ خداؤں کے ہونے ہوئے کہاں موجب رحمت ہو سکتے ہیں۔ پھر دوسرا رکن نماز ہے۔ نماز نہ صرف انسان کو بہت سی بدیوں اور بداخلاقیوں سے ہی بچاتی اور خدا تعالیٰ سے انسان کا تعلق جوڑتی ہے بلکہ اسلامی نماز اپنی ہیئت کذائی کی وجہ سے انسان کی صحت جسمانی کے لئے بھی مفید ہے۔ ابھی ہم نے کھانا کھایا ہے۔ اس کے بعد ورزش ضروری ہے نماز نے اس غرض کو بھی پورا کر دیا۔ پھر تیسرا رکن روزہ ہے۔ اس میں نہ صرف بہت سی خواہشات اور بُری باتوں سے بچنے کی ہی ایک قسم کی مشق ہوتی ہے

بلکہ دوسرے غربا کی جنہیں کھانا نہیں ملتا حالت کو بھی سمجھنے کے قابل ہو جاتے ہیں۔ اور حتے الوسع ان کی مدد کر سکتے ہیں۔ ایسا ہی چوتھا رکن زکوٰۃ ہے اور یہ وہ بات ہے جس کے لئے جملہ بولشوسٹ اور سوشالسٹ لوگ سرگردان ہیں۔ وہ اغراض جن کو یہ گروہ اپنے خودساختہ اصولوں کے ذریعہ سے پورا کرنا چاہتے ہیں۔ زکوٰۃ کا اصول ساڑھے تیرہ سو برس ہوئے ان کو پورا کر چکا ہے (حسب فرمان نبوی۔ توخذ المال من امرائھم وترد الی غربائھم) پھر حج کو دیکھو۔ دنیا جہان کے مستطیع مسلمانوں کا ایک جگہ سال بھر میں ایک مرتبہ جمع ہونا کیا غرض اپنے اندر رکھتا ہے۔ یہ ایک قسم کی کل مسلمانوں کی کانفرنس ہے۔ مختلف ممالک کے مسلمان ایک جگہ جمع ہو کر تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کے حالات سے واقف ہو کر ترقی کی راہیں سوچ سکتے ہیں۔ کس قدر معقولیت سے بھرے ہوئے یہ تمام اصول ہیں لیکن کس قدر غلط مغرب نے ان کو سمجھا ہے +

اسلام کے متعلق یہ بالکل غلط خیال بٹھایا گیا ہے۔ کہ وہ دوسرے مذاہب اقوام سے دشمنی اور بغض کی تعلیم دیتا ہے۔ اسلام ہرگز کسی سے دشمنی اور بغض کی تعلیم نہیں دیتا۔ بلکہ سب کے ساتھ خواہ کوئی کسی مذہب اور قوم سے تعلق رکھتا ہو حسن سلوک اور نیکی سے برتاؤ کرنے کا حکم دیتا ہے +

واپسی قریباً نصف گھنٹہ تک ہز ایکسیلنسی نے یہ تقریر کی۔ اور اس کا ترجمہ لوگوں کو سنایا گیا۔ اس کے بعد آپ دو تین ممبران ڈیلیگیشن کے ساتھ واپس لندن تشریف لے گئے۔ کیونکہ ہز ایکسیلنسی کو ایک ضروری مجلس میں شریک ہونا تھا۔ باقی ممبران شام تک ٹھیرے رہے +

مسجد ووکنگ کا ہفتہ وار لیکچر ہز ایکسیلنسی کے واپس جانے کے بعد ساڑھے تین بجے حسب دستور مسجد میں مولوی مصطفےٰ خانصاحب کا ہفتہ وار لیکچر اسلام ہوا جس میں انہوں نے ہز ایکسیلنسی کی مندرجہ بالا تقریر کی طرف بھی ضروری

اشارات کئے۔ اور اس کے ضروری پہلوؤں پر دوبارہ خوب روشنی ڈالی۔ اس لیکچر کے وقت حسب دستور ووکنگ کے اکثر مقامی اصحاب بھی آگئے۔ اور کثرت حاضرین سے مسجد بالکل بھر گئی۔ لارڈ ہیڈلے اس وقت پریسیڈنٹ تھے۔ انہوں نے حسب معمول دعا کی۔ اور پھر خود اور انہوں نے بھی اور ڈاکٹر ہارون مصطفےٰ لیون نے بھی تقریریں کیں +

افریقن نومسلم کی تقریر آخر میں اس افریقن پروفیسر نے جن کے قبول اسلام کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ ایک پرجوش تقریر میں افریقہ میں اسلام اور عیسائیت کی جدوجہد کا حال بتایا۔ اور یہ بھی کہا کہ اسلام کے سادہ اصول اہل افریقہ کے دلوں میں ایسے گھر کرتے چلے جاتے ہیں۔ کہ اس کے بالمقابل موجودہ عیسوی جاہ وجلال اور ساز وسامان کوئی فائدہ نہیں دیتے۔ اپنے معرہ سالہ تجربہ کو جو عیسوی مذہب میں رہکر انہیں ہؤا۔ اسلام کی طرف مائل کرنے والا اور اس کا حامی بتایا جس کا یہ نتیجہ ہے کہ آج انہوں نے اسلام کو علے الاعلان قبول کیا پروفیسر موصوف بہت قابل اور سمجھدار آدمی ہیں۔ انگریزی خوب لکھ اور بول سکتے ہیں۔ افریقہ میں پہلے پروفیسر تھے۔ اب لنڈن میں اکسپورٹ امپورٹ (برآمد درآمد) کا تجارتی کاروبار شروع کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ ان کا حامی و ناصر ہو۔ جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا اسی دن شام کو راقم الحروف سے نماز کے اوقات اور اس کے ضروری مسائل ایک ایک کرکے پوچھتے رہے نماز پر انہیں کتاب بھی دیگئی جو یہاں نومسلمین کے لئے چھپی ہوئی موجود ہے +

شام کی چاء کے بعد ڈیلیگیشن کے باقی تمام ممبر بھی واپس تشریف لیگئے +

ایک انگریز خاندان کا قبول اسلام ان کے جانے کے تھوڑے عرصے بعد ایک اور انگریز اور اسکی بیوی نے جو ہر دو آج کی دعوت میں شامل ہوتے رہتے تھے۔ اور کچھ عرصہ پیشتر سے زیر تبلیغ تھے۔ اور لنڈن میں نماز جمعہ اور اتوار کے لیکچروں میں شامل ہوتے رہے تھے۔ نہایت خوشی سے قبول اسلام کا اظہار کیا۔ اور

ڈیکلریشن لکھ کر دیئے ۔ ان تینوں نومسلمین کے نام حسب ذیل ہیں :-

۱- پروفیسر پاکپا کوارٹی (افریقی) اسلامی نام عبد الکریم

۲- پے ماسٹر مسٹر ریونز (انگریز) " عزیز

۳- مسز ریونز (عورت) " عزیزہ

اس خاندان کا ایک چھوٹا بچہ بھی والدین کے ساتھ تھا ۔ جس کی عمر پانچسال کے قریب ہے ۔ اس کا نام حمید رکھا گیا +

افریقہ میں ایک اور عیسائی کا قبول اسلام کر جس دن کے یہ واقعات اوپر لکھے ہیں ۔ اسی دن صبح کی ڈاک میں افریقہ کے ایک صاحب کا خط اور فوٹو آیا خط میں انہوں نے قبول اسلام کا اقرار نامہ لکھ کر بھیجا تھا ۔ جس کا ترجمہ ناظرین کرام کی ضیافت طبع کے لئے میں ذیل میں دیتا ہوں +

مکرمی اس خط کے ذریعہ میں آپ کو ان کتابوں اور خط کے پہنچنے کی اطلاع دیتا ہوں ۔ جو آپ نے مجھے بھیجی تھیں ۔ میں نے جواب آج تک اسلئے نہیں دیا ۔ کہ میں چاہتا تھا ۔ کہ پہلے ان کتابوں کا ایک کثیر حصہ پڑھ لوں ۔ تاکہ اسبات کا فیصلہ کرسکوں کہ اسلام کو آیا میں قبول کرسکتا ہوں یا نہیں ۔ آج میں پورے یقین کے ساتھ یہ فیصلہ کرنے کے قابل ہوا ہوں ۔ کہ صرف اسلام ہی ایک ایسا مذہب ہے کہ جس سے انسان کا قلب راہ الٰہی میں نشوونما حاصل کرسکتا ہے ۔ اسلئے میں آج سے مذہب اسلام کے ساتھ اپنا تعلق جوڑتا ہوں ۔ اور آپ کا ڈیکلریشن فارم پر کرکے ارسال کرتا ہوں ۔ اس کے ساتھ میں اپنا فوٹو بھی ارسال خدمت کرتا ہوں +

(دستخط آموس اگسٹن اوبگ ڈکسن)

اللہ تعالیٰ سے دُعاء ہے کہ ان سب نومسلمین کو استقامت عطا فرمائے اور اپنے پاک دین پر انہیں چلنے کی توفیق دے +

خاکسار

دوست محمد از ووکنگ

اسلام کا اثر

عیسائی مشنریوں نے گو اسلام کے خلاف بہت کچھ لکھا ہی لیکن ایسے بے تعصب عیسائی مصنف بھی نظر آتے ہیں جنہوں نے اس امر کو تسلیم کیا ہی کہ اسلام نے اپنے متبعین کی چلن اور انکی روش کو ڈھالنے میں ایک معجز نما کام کیا ہے۔ جن لوگوں کو ان واقعات اور تذکروں کے پڑھنے کا موقعہ ملا ہی جو مورخ صاحبان نے خلافت کے آغاز و زوال کے متعلق لکھے ہیں ان پر ایک بات تو ضرور سورج کی طرح روشن ہو جاتی ہی کہ اسلام نے جنگل و بیابان کے وحشی لوگوں کو قعر ذلت سے نکالکر تہذیب کے معراج پر پہنچا دیا تھا۔ لیکن حال ہی میں کپتان سی ڈبلیو جے آر صاحب نے اسبارے میں اخبار مسلم ورلڈ میں تحریر کیا جو ذیل میں ہدیۂ قارئین کرام کیا جاتا ہے +

بعض دفعہ اسلام کو مردہ کہکر پکارا جاتا ہے۔ گویا یہ سمجھا جاتا ہے کہ جو قوم اسے اختیار کرتی ہی اسکی تمام ترقی مسدود ہو جاتی ہی لیکن اس امر کا کچھ لحاظ نہیں کیا جاتا کہ اہل عرب نے ہسپانیہ میں اس وقت تہذیب کی مشعل کو بلند کیا۔ جبکہ تمام یورپ تاریکی کی چادر میں لپٹا ہوا تھا۔ اور یہ صحیح بھی مان لیا جائے کہ اسلام اس قوم کی ترقی کو بھی روک دیتا ہی جو تہذیب کی شاہراہ پر کسی خاص مقام پر پہنچ چکی ہو تو بھی اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ افریقی قوموں پر جو تہذیب کے لحاظ سے ادنے مقام پر کھڑی ہیں اسکا اثر بڑی سرعت کے ساتھ ہو رہا ہے شمالی نائیجیریا کی وحشی قومیں ہر روز اسلام کے دائرہ کو وسیع کر رہی ہیں۔ بادہ نوشی مردم خوری وغیرہ قباحتوں کو خیرباد کہکر وہ مسجدوں اور بازاروں کی تعمیر کیطرف رخ کر رہی ہیں۔ اور انہوں نے تنہائی کو چھوڑ کر دوسرے لوگوں سے ملنا جلنا شروع کر دیا ہی حبشیوں کے لئے اسلام مضر اور ہیجان ثابت نہیں ہوا۔ اور کم از کم انکے لئے وہ مردہ نہیں "+

غرضکہ اسلام خواہ قسطنطنیہ۔ دہلی یا مراکو کے درباروں میں یا مغربی افریقہ جیسے گمنام مقام میں جہاں کہیں بھی پھیلتا ہی اسکا اثر لوگوں کے قلوب پر اصولاً اور عملاً یکساں ہوتا ہے +

اسلام میں خدا کا مفہوم

نامعلوم اور نگاہوں سے اوجھل خدا کی ہستی کا مطالعہ ایک ایسا مضمون ہے۔ جو مذہب اور فلسفہ سے تعلق رکھتا ہے۔ لیکن رب العالمین اور اسکی صفات کاملہ کا جو مفہوم حضرت رسالت مآب نبی کریم صلعم نے دنیا پر مبرہن فرمایا۔ وہ ارفع و اعلیٰ مفہوم دنیا بھر کے دانشمندوں و عاقلوں کے مفہوم پر بازی لیگیا۔ کلام پاک قرآن کریم میں حضرت نبی کریم صلعم کو احمد کہا گیا ہے۔ جو اسبات کی دلالت کرتا ہے۔ کہ آپ خداوند تعالیٰ کی صفات کے سب سے بڑھ کر فصیح مشرح ہیں۔ اسلام کے معنے خداوند تعالیٰ کی رضا کے سامنے کامل طور پر تسلیم کو خم کر دینا ہے۔ پس خداوند تعالیٰ کی کامل فرمانبرداری ایک مسلم کی زندگی کا امتیازی نشان ہے۔ یہ امر اطمینان بخش ہے کہ دنیا کے مذہبی امور پر غور و فکر کرنے والے حلقہ میں بھی اب اس حقیقت نفس الامری کا احساس ہونے لگ گیا ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر ویلش اپنے ایک چھوٹے سے رسالہ "نامعلوم" میں یوں رقمطراز ہیں کہ:۔

"جب میں نے حسب استطاعت خداوند تعالےٰ کے مقام کو معلوم کر لیا ہے۔ تو وہاں میں نے اپنا قیام کر لیا ہے۔ خواہ وہ مقام اب پھر موت ہی کیوں نہ ہو۔ وہ تو مجھے تمام دنیا بھر کی چیزوں سے عزیز اور پیارا ہے۔ دوسرا کوئی اس مقام کو قوانین قدرت سے تعبیر کرلے۔ اگر اسے یہ زیبا دیتا ہے لیکن ہمارے مسلم بھائیوں کا لفظ اسلام یعنے

"اللہ اکبر"

سب سے ارفع و اعلےٰ ہے"

اِسلام میں حقوقِ نسواں

از قلم جناب محمد مارمیڈیوک پکتھال صاحب۔ (نومسلم)

یا یھا الذین امنو لا یحل لکم ان ترثوا النساء کرھاً
ولا تعضلوھن لتذھبوا ببعض ما اتیتموھن الا ان یاتین
بفاحشۃ مبینۃ وعاشروھن بالمعروف فان کرھتموھن فعسی
ان تکرھوا شیئاً ویجعل اللہ فیہ خیراً کثیرا ٥

وان اردتم استبدال زوج مکان زوج واتیتم احدٰھن قنطاراً
فلا تاخذوا منہ شیئاً اتاخذونہ بھتاناً واثماً مبیناً ٥

ترجمہ مسلمانو! تم کو روا نہیں کہ عورتوں کو میراث (میّت) سمجھ کر زبردستی ان پر قبضہ کرلو۔ اور جو کچھ تم نے ان کو (ترکہ شوہری میں سے) دیا ہے۔ اس میں سے کچھ چھین لینے کی نیت سے انکو (گھروں میں) قید نہ رکھو (کہ دوسرے سے نکاح نہ کرنے پائیں) ہاں ان سے کوئی کھلی ہوئی بدکاری سرزد ہو (تو قید رکھنے میں مضائقہ نہیں) اور بیبیوں کے ساتھ حسن سلوک سے رہو سہو۔ اور تم کو (کسی وجہ سے) بی بی ناپسند ہو۔ تو عجب نہیں۔ کہ تم کو ایک چیز ناپسند ہو۔ اور اللہ اس میں بہت سی خیر (وبرکت) دے +

اور اگر تمہارا ارادہ ایک بی بی کو بدل کر اسکی جگہ دوسری بی بی کرنے کا ہو۔ تو گو تم پہلی بی بی کو بہت سارا مال دیدیا ہو۔ تاہم اسمیں سے کچھ بھی (واپس) نہ لینا۔ کیا تمہاری غیرت جائز رکھتی ہے کہ) کسی قسم کا بہتان لگاکر اور صریح بیجا بات کرکے اپنا دیا ہوا (اس سے واپس) لیتے ہو۔

ان آیات کو اور قرآن شریف کی بہت سی دیگر آیتوں کو جنمیں مستورات کا ذکر ہے۔ زمانہ حال کے انگریز ہر دو مرد و زن سنکر حیرت زدہ ہوجاتے ہیں۔ اور اس خیال سے

ان میں تعجب پیدا ہوا۔ کہ کسی انسان پر بذریعہ الہام یہ ظاہر کیا جائے کہ عورت کے دل میں نیکی کوٹ کوٹ کر بھری ہے۔ چونکہ ان لوگوں کے کان اس قسم کی باتیں سننے کے عادی نہیں وہ ان آیات کو ممکن ہے کہ کسی قدر مستورات کی تحقیر کا موجب خیال کریں۔ اور انکی توجہ ان کے اصل مطلب کی طرف نہ جائے۔ اور وہ نہ سمجھیں کہ یہ حقیقت میں استقرار حقوق لنسواں کی سند کا کام دیتی ہیں +

زمانہ جاہلیت کے عرب اپنے دستور کے مطابق مستورات بھی ورثہ میں اسی طرح لیتے تھے جس طرح مال وزر اور مال مویشی۔ اور عورتیں اپنے ولی کی ہر طرح ملکیت خیال کیجاتی تھیں جب کبھی کسی مرد کی محبت کسی عورت سے ہوتی تو وہ اپنی محبوبہ کو مال و دولت بطور تحفہ دیتا لیکن اس سے متنفر ہوتے پر اپنا تحفہ جبرًا اس سے چھین لیتا تھا عالم نسواں کا ان کے دل میں کوئی عزت نہ تھی۔ اور وہ ضرورت سے زاید لڑکیوں کو قتل کردیتے جس طرح کہ ضرورت سے زیادہ بلی کے بچوں کو لوگ پانی میں غرق کردیا کرتے ہیں +

اسلام نے ان تمام باتوں میں تغیر پیدا کردیا ہے۔ سب سے اول اس نے انسان پر ظاہر کیا کہ خدا کے ساتھ عورت کا تعلق ویسا ہی ہے جیسا کہ مرد کا اور ان کے طبعی اور استعدادی اختلاف کو مدنظر رکھ کر اللہ تعالیٰ نے انہیں روحانی قویٰ بھی یکساں رکھ دیئے ہیں۔ اور اسکی نظر میں انکی قدر و منزلت بھی ایک سی ہے۔ اس کے بعد بتلایا کہ چونکہ عورت جسمانی بناوٹ کے لحاظ سے کمزور ہے۔ اور اس آیندہ نسل کے محافظ اور اس کے قائم رہنے کا باعث ہے جس کا محافظ خدا بھی ہے لہٰذا اس کے ساتھ نہایت مہربانی کا سلوک ہونا چاہیئے۔ اور اس کی عزت و احترام لازمی ہے۔ پھر ہمیں بتلایا کہ عورت قانون کی نظر میں بالکل علیحدہ اور آزادانہ حیثیت رکھتی ہے اپنی جائداد پر اُسے کلی اختیار ہے خواہ وہ جائداد اُسے بطور ورثہ ملی ہو یا بطور نذرانہ اور اسے عدالت میں اپنے خاوند کے ناجائز سلوک کے خلاف چارہ جوئی کرنے کا بھی حق حاصل ہے۔ یہ حقوق زمانہ حال کے نکتہ خیال سے اور عملی رنگ میں بہت ہی مفید اور ضروری ہیں۔ مگر یہ امر قابل غور ہے کہ عیسائی ممالک میں منکوحہ عورتوں کی جائداد پر حقوق کو اور بدسلوکی اور ناانصافی کی حالت میں اپنے خاوندوں سے طلاق کیلئے ان کے دعوے کو

قانوناً تسلیم کرنے سے کم از کم باراں سو سال پیشتر یہ سب کچھ تسلیم ہو چکا تھا۔ لیکن باوجود ان سب باتوں کے اخبار ڈیلی ہیرلڈ بڑی جرات سے لکھتا ہے کہ اسلام نے عورتوں کو غلامی کی حالت تک پہنچا دیا ہے۔ نامہ نگار نے غزالی کی اس تحریر کو پیش کیا ہے جسمیں اس نے مرد و زن کے رشتہ کو آقا و غلام کا رشتہ قرار دیا ہے۔ لیکن جس طرح ایک عیسائی اس خیال کو اپنے ذہن میں نہیں لا سکتا جو ایک مسلمان کا عورت اور نکاح کے متعلق ہے اسی طرح اس کے دماغ میں لفظ غلام کے معنے پہنچانا جبکہ وہ کسی مسلمان کے منہ سے نکلا ہو بہت ہی مشکل ہے

غلام کا لفظ بولنے پر عیسائیوں کے سامنے اسی بد قسمت حبشی کی شکل آجاتی ہے جسے کہ نو آبادیوں کے کام پر لگایا جاتا ہے جو اپنے نگراں کار گوروں کا تختہ مشق بنتا ہے جسے کسی قسم کے بھی انسانی حقوق حاصل نہیں ہو سکتے۔ اور جس کی رہائش کا انتظام سؤر کی رہائش کے انتظام سے بدتر ہوتا ہے اور اگر وہ ذرہ بھر بھی سرکشی کا مرتکب ہو تو آقا یعنے سفید رنگ والا نگران اُسے بغیر تحقیقات بندوق کی نظر کر دیتا ہے۔ یہی نقشہ مسیحی غلامی بلکہ انگریزی غلامی کا آج سے سو سال پہلے تھا لیکن اسلامی غلامی کبھی بھی اس طرز کی نہیں رہی۔ یہ تو ایک رشتہ محبت و عنایت تھی +

میں جو کچھ لکھ رہا ہوں وہ میں نے کتابوں ہی سے نہیں لیا۔ اور نہ شنید ہی پر میری تحریر مبنی ہے بلکہ اسلامی غلامی کے متعلق میری تمام عمر کا تجربہ ہے۔ اور میں نے اپنی جوانی میں اس کے متعلق حالات دیکھے ہیں۔ لہٰذا میں کہہ سکتا ہوں۔ کہ آقا و غلام کے رشتے سے زیادہ نازک اور دل پر اثر کرنیوالا رشتہ بہت ہی کم خیال میں آسکتا ہے۔ جب مسلمان اپنے آپ کو خدا کا غلام کہہ کر پکارتے ہیں۔ تو عیسائی اس سے سخت گھبرا جاتے ہیں لیکن اسکی وجہ یہ ہے کہ وہ اس معنی کو نہیں سمجھتے جو اسلام نے اس لفظ کے کئے ہیں۔ مگر اس معنی کو مد نظر رکھ کر کہا جا سکتا ہے۔ کہ ہر ایک عورت کو اپنے خاوند کا غلام ہی ہونا چاہئے۔ لفظ غلام یہ چاہتا ہے کہ عورت کے اندر اپنے خاوند اور اسکے تمام معاملات کیلئے دلبستگی ہو۔ اس کی رائے پر اسے اعتماد ہو۔ اور اسکی وہ تابع فرمان ہو۔ اگر عورت میں اپنے خاوند کیلئے یہ باتیں نہ ہوں تو اس سے اس کا نکاح ہرگز نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ پھر اپنے خاوند کیلئے اپنے دل میں کوئی محبت

نہیں رکھ سکتی۔ اور اس طرز کی محبت کے بغیر جیسے مسلمان نے غلام سے لفظ سے ظاہر کرتے ہیں نکاح میں کوئی خوشی اور لطف نہیں رہ سکتا۔ اور اسلئے اس کا فسخ کر دینا ہی بہتر ہے لیکن خاوند کی تابعداری کے واسطے بیں عورت کے لئے حد بھی مقرر کر دیگئی ہے اور یہ حد اللہ تعالیٰ کے قانون پر چلنے سے قائم ہوتی ہے۔ خاوند کی فرمانبرداری کا فرض نکاح کی وجہ سے اس پر لاحق ہوتا ہے نکاح دیگر معاہدات کی طرح جو ازروے قواعد اسلام ہوں متبرک خیال کیا جاتا ہے۔ لیکن یہ ایک دیوانی معاہدہ ہے نہ کہ کسی قسم کی مذہبی قسم۔ یہ فسخ بھی ہو سکتا ہے۔ اسلام میں ایسا کوئی قانون نہیں جس کے رو سے تمام عمر کے لئے دو ایسے اشخاص کو اکٹھا باندھ دیا جائے جن کے مزاج ایکدوسرے سے مختلف ہوں اور جو ایکدوسرے سے متنفر ہوں اور خدا کا منشا بھی کبھی ایسا نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ مرد وزن یکساں اس کے پاک قانون پر کاربند ہوں۔ اور اس راہ مستقیم پر چلیں جو خدا کی طرف لیجاتا ہے جو خدائی احکام کے ماتحت ایکدوسرے سے بذریعہ ایک معاہدہ کے وابستہ ہیں۔ مگر بالکل علیحدہ علیحدہ ہستی رکھتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے آزاد خادم ہیں ان کے باہمی معاہدہ سے ایسے خاص فرائض عائد ہوتے ہیں جو کہ صاف طور پر مشروط ہیں۔ ان فرائض کا ایک ہی وقت میں ایک سے زائد عورتوں کے ساتھ پورا کرنا ایک مرد کیلئے اگر آسان نہیں تو ممکن ضرور ہے۔ لیکن ایک عورت ایک ہی وقت میں ایک سے زیادہ مردوں کے ساتھ پورا نہیں کر سکتی۔ لہذا کثیر الازدواجی کو جائز قرار دیا گیا ہے۔ گو اس کے لئے حکم و جبر نہیں لیکن ایک سے زائد خاوند کا رکھنا قطعاً بند کر دیا گیا ہے۔ البتہ جس عورت نے نکاح کرنے میں غلطی کی ہو اسکی صلاح کیلئے راہ بھی کھول دی ہے یعنے وہ بعد طلاق دوسرے شخص سے نکاح کر سکتی ہے۔

مستورات کے متعلق مسلمانوں اور عیسائیوں کے خیالات میں کچھ بہت زیادہ اختلاف نہیں۔ اور اس اختلاف کے سمجھنے میں اس قدر وقت بھی نہیں جس قدر کہ اس اختلاف کے

سمجھنے میں جو ان مذہبوں نے تعلقات زناشوئی کے بارے میں قائم کر رکھا ہے
ان کے مسلمان مرد و زن باہمی تعلقات میں سخت دیندارانہ طور پر رہتے ہیں جس کی
وجہ یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احکام پر چلتے ہیں - اور سوسائٹی کے اس معاہدہ
پر کاربند رہتے ہیں - جو کہ خدا نے ان کے لئے مقرر کر دیا ہے - وہ اپنے باہمی
رشتہ کی پرستش نہیں کرتے جیسا کہ عیسائیوں کا بلکہ تمام یورپین کا دستور ہے -
اگر ہم یورپ کی ان تصانیف کو دیکھیں جو مذہب سے تعلق نہیں رکھتیں اور جو
گذشتہ صدی میں شائع ہوئی ہیں - اور جنہیں لوگ نہایت ذوق و شوق سے پڑھتے
ہیں تو ہمیں معلوم ہو جائیگا - کہ مرد و زن کے رشتہ ہی کو زیادہ دلچسپی دیگئی ہے
اور انسانی ہستی کی غرض و نمایت اسی کو سمجھا گیا ہے - جہاں تک نسل انسانی کے قیام
کا تعلق ہے - اِس حد تک تو یہ رشتہ نہایت ہی اہم و ضروری ہے - لیکن یہ
اہمیت ویسی نہیں جیسے کہ اس کے پرستار خیال کرتے ہیں - ان کی رائے اِس
معاملہ میں ایک وہم کے ماتحت ہے - وہ اس رشتہ میں دو انسانی روحوں کا کامل
ملاپ دیکھنے میں گویا مرد کی روح کو اس دنیا میں فقط کسی ایسی عورت کی روح کی
تلاش میں رہنا چاہئے جسے وہ اپنا ساتھی بنائے - لیکن یہ بات محض خیالی
اور ناممکنات میں سے ہے جیسا کہ میں نے کئی بار ذکر کیا ہے - کیونکہ دو انسانی روحوں کی
رفاقت ہو نہیں سکتی - ہر ایک فرد بشر کی روح خواہ وہ مرد ہو یا عورت پیدائش سے
لے کر لحد تک یکہ و تنہا ہی رہتی ہے جب تک کہ اس کا ملاپ اللہ تعالیٰ سے نہ ہو
اور اس ملاپ کے ذریعہ وہ ان تمام روحوں سے ملجاتی ہے جو جنہیں خدا کی رفاقت
یعنے جنّت نصیب ہوا ہو - شادی کے متعلق عیسائیوں کا یہ خیال کہ ایک ہی
بیوی کی جائے جسے طلاق دینے کی اجازت بھی نہ ہو ایک نہایت ہی غلط بنیاد
پر بظاہر قائم ہے جس کے رو سے وہ دو انسانی روحوں میں مکمل ملاپ کو ممکن قرار دیتے
ہیں لیکن اسلام اس رائے کے خلاف ہے - اس کے نزدیک ہر ایک عورت
ہر مرد کی طرح آزادانہ طور پر اور تنہا اس منزل کو طے کر رہی ہے جو خدا کی طرف لیجاتی ہے

البتہ یہ دونوں صرف بعض امور میں ملتی ہیں۔ اور انہیں میں ایکدوسرے کیلئے مفید ثابت ہوتے ہیں۔ اور جبکہ وہ ایکدوسرے کو مدد دینے اور وہ باہمی خدمت کرنے کی ذمہ داری اُٹھاتے ہیں۔ تو پھر ان کے فرائض کی تخصیص اس معاہدہ کے ذریعہ ہوتی ہے جسے وہ قبول کرتے ہیں۔ پھر ان کے باہمی فرائض اور ان کے حقوق جو ایکدوسرے پر یا ان کی اولاد پر اگر کچھ ہو مقرر کردیئے جاتے ہیں۔ میں نے ان فرائض کو غزالی کی طرح اسلامی غلامی سے تشبیہ دی ہے۔ لیکن ہمارے ہاں یعنے اسلام میں نکاح کو عمر بھر کی غلامی کبھی بھی نہیں سمجھا گیا۔ البتہ ہر ایک اسلامی معاہدہ کی تکریم کیجاتی اور اس سے بڑھ کر معاہدہ نکاح میں کوئی ایسا تقدس نہیں جو سمجھ میں نہ آسکے اسکی تحریم و تکریم فریقین کی باہمی محبت و الفت ہی کے باعث پیدا ہوتی ہے۔ اور اگر اس قسم کی اُلفت اور باہمی عزت معدوم ہو تو اس معاہدہ کا فسخ کردینا ہی بہتر ہے +

آپ اگر اپنے اردگرد نظر دوڑائیں تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ انگلستان اور برّاعظم یورپ میں مرد و زن مذہبی قیود سے آزاد ہو کر باہمی میل جول میں کس قدر نئے اعتدالیوں کی طرف جارہے ہیں لیکن اس اندھیرے کے خاتمہ کیلئے جو قوانین وقتاً فوقتاً تجویز کئے جارہے ہیں وہ تعجب ہے کہ اسلامی قوانین کی مانند ہیں لیکن باایںہمہ ان لوگوں کے دل سے رشتۂ زناشوئی کا وہمی تقدس دُور نہیں ہوتا۔ اور وہ اب بھی دو انسانی رُوحوں کی رفاقت کے غلط خیال پر اڑے ہوئے ہیں۔ ان کے نزدیک کسی دنیاوی رفیق کی تلاش کے لئے آزادی کو خیال میں لانا چونکہ گناہ ہے۔ حالانکہ خدا کی منشاء کے بعین مطابق ہے اسلئے حیاء و شائستگی سے دُور بھاگنے کی طرف ان کا رجحان ہو جاتا ہے اسلام نے حیاء کو ربّانی قانون کا ایک جزو قرار دیا ہے۔ اور مرد و زن کے معاملات میں مسیحی کلیساء کے مقابلہ میں اسلام نے بہت زیادہ آزادی دی ہے۔ وہ نئی طرز جو اب یہاں سوسائٹی اختیار کررہی ہے اسلام ہی کی وجہ سے فروغ پاسکتی ہے۔ اور اسی کی بدولت سوسائٹی زمین و آسمان کے مالک کی خدمت میں مصروف ہو سکتی ہے +

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قرآن شریف اور رسُول اکرم صلعم کی تعلیم کے متعلق ان یورپین لوگوں میں غلط خیالات کے ہوتے ہُوئے اسلام کس طرح انہیں رہ راست پر لاسکتا ہے۔ انہیں سے اکثر تو اس وقت تک یہی خیال کرتے ہیں کہ ہم اعتقاداً عورت کو ذی روح خیال نہیں کرتے لیکن وہ نہیں جانتے کہ اس قسم کا عقیدہ تو کُفّار عرب کا تھا۔ اور اسی عقیدہ کے مقابلے اور اس کے کھنڈن کرنے کے لئے اسلام پیدا ہوا ۔ عورت کے متعلق ہمارے خیال کی تردید میں عیسائیوں کے پاس ایک ہی صحیح دلیل ہے اسے وہ عمل پذیر تو سمجھتے ہیں لیکن بلند خیالی کے مرتبہ سے بہت گرا ہوا جانتے ہیں لہٰذا ان کے نکتہ نگاہ سے اس میں کوئی نرالا پن اور تخیل کا کام نہیں۔ اس بارے میں ایکی ناواقفیت کا حال تو اس چٹھی سے معلوم ہوتا ہے جو اخبار ڈیلی ہیرلڈ میں شائع ہوئی اور جس کا ذکر میں نے پہلے کیا ہے۔ گو میں اپنے افسوسناک تجربے کی بنا پر اپنے ہمعصروں کے اخبارات میں ہر قسم کے طب و یابس دیکھنے کیلئے تیار رہتا ہوں لیکن میں اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ یہ دیکھ کر مجھے سخت حسرت ہوئی کہ ایک تعلیمیافتہ انگریز اپنی جہالت و ناواقفیت کی وجہ سے اس قسم کی غلط بیانی کے لئے قلم اٹھاتا ہے۔ اور پھر ایک اور روش میں اسے شائع کرکے اپنی بیوقوفی کا ثبوت دیتا ہے +

جو کچھ میں نے اوپر ذکر کیا ہے۔ اس کا تعلق تو چٹھی مذکور کے اس حصے کے ساتھ ہے جو جھوٹ سے بھرا ہوا ہے مگر اسمیں کسی قدر سچائی بھی تھی۔ نامہ نگار نے لکھا ہے کہ بعض مصری دہقان جنمیں اسے رہنے کا موقعہ ملا تھا۔ اپنی بیویوں کے ساتھ غلاموں کی طرح سلوک کرتے تھے لیکن اس کا جواب نہایت ہی آسان ہے۔ تمام کسان جنمیں عیسائی بھی شامل ہیں اپنی بیویوں کو غلام ہی کی حیثیت جتنے ہیں بلکہ اس سے بڑھ کر لدو جانوروں کی۔ مگر میرے نزدیک یہ بھی جواب درست نہیں۔ مسلمانوں کو تو حکم ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ نہایت شفقت اور انصاف کا سلوک کریں۔ اور انکی خاص عزت کریں۔ ان کیلئے تعلیم کا حاصل کرنا بھی

ایک فرض قرار دیا گیا ہے۔ مگر ایک حکم کی تعمیل میں غفلت دوسرے حکم کی طرف سے لاپرواہی کا موجب ہوتی ہے۔ اگر کسی کی سمجھ میں ہی کوئی قانون نہ آیا ہو تو اسکی تعمیل وہ کس طرح عقلمندی سے کر سکتا ہے۔ اسمیں کوئی کلام نہیں کہ عورت کی حیثیت کے بارے میں مسلمانوں نے بہت کچھ کوتاہی دکھلائی ہے لیکن اسمیں اسلام کا کوئی قصور نہیں الزام تو ان پر عائد ہوتا ہے جنہوں نے اپنی شرارت کی وجہ سے یا محض جہالت کے باعث قانون کی حد کو توڑا۔ اس قسم کے نقائص اب بالکل دُور کئے جانے چاہئیں۔ ورنہ یہ دشمنوں کو ہمارے برخلاف حربہ کا کام دینگے۔ اور اسلام کی ترقی میں بیحد رُکاوٹ پیدا کریں گے۔ علاوہ بریں اس جگہ چاروں طرف نمایاں طور پر ہمیں ملامت کا سامنا ہے۔ لہٰذا اس کا ذکر کرنا میں ضروری سمجھتا ہوں۔ ورنہ لندن میں اسلامی جماعت کو وعظ سنانے کے فرض ادا کرنے میں میں کوتاہ رہونگا۔ میرا اشارہ ان بے اعتدالیوں کی طرف ہے۔ جن کے مسلمان طلبا میں سے اکثر انگلستان میں مرتکب ہوتے ہیں۔ مگر اس کے لئے وجوہ بھی ہیں۔ یہ طلبا ایک ایسی سوسائٹی سے آتے ہیں۔ جہاں کہ بالغ عورتیں اپنا مُنہ اور جسم عوام سے چھپاتی ہیں ان کا اس جگہ آنا ایک بربادکن انقلاب پیدا کرتا ہے۔ اہل یورپ ان تحریکات و تحریصات کو نہیں سمجھ سکتے جو مشرق سے آنے والوں کے سامنے قدم قدم پر آتی ہیں۔ لیکن اگر انگلستان میں آج بدچلن مسلمان دکھائی دے تو اس سے اسلام کو از حد نقصان پہنچتا ہے۔ کیونکہ اس سے انگریزوں کے دل میں اسلامی اخلاق کے معیار کا غلط خیال پیدا ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں میں غیر معمولی طور پر سختی کے ساتھ مرد و زن کے باہمی تعلقات کا خیال رکھا جاتا ہے اور مستورات کے متعلق ہر ایک قسم کی بدچلنی کو نفرت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے۔ تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا بعض مسلمانوں کے اس جگہ ناروا چال چلن کو دیکھ کر اصلی اسلامی طرز معاشرت پر کوئی یہاں یقین کر سکتا ہے۔ اسلئے انکا نازیبا طریق عمل خطرناک ہے۔ نہ صرف عام لوگوں کے نکتہ خیال سے بلکہ خود انکے لئے بھی۔

ایک مسلمان تو خود اپنا مالک نہیں وہ تو خدا کا بندہ و غلام ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ایک نہ ایک دن اسے اپنے مالک کے حضور پیش ہو کر اپنے اعمال کی جوابدہی کرنی ہوگی۔ اسی مالک نے اس کے لئے حیا پرور بننے کا حکم صادر کیا ہوا ہے پس اگر وہ ایسی سوسائٹی میں وارد ہوتا ہے جو نامعقول تو ہے لیکن دلکش بھی ہے تو اسے بڑی متانت سے علیحدگی اختیار کر کے اپنی ناپسندیدگی کا اظہار کرنا چاہئے اسلام کبھی بھی سمجھدار یورپین کو اپنی طرف کھینچ نہیں سکتا۔ اگر مسلمان جیسا کہ بعض ہیں بیحیائی اور بدمعاشی میں بدترین یورپین سے بڑھ جائیں۔ وہی لوگ سچے اور صادق بندے خدا کے ہیں۔ اور انہیں ہی اس دنیا اور عاقبت میں بھی اجر ملیگا جو ان خطرناک تحریصات کا مقابلہ کرتے ہیں جو عیسائی سوسائٹی کو نوجوانوں کے سامنے پیش کرتی ہے سوسائٹی مذکور افسوس ہے۔ کہ زرپرستی اور بدعنوانی کی وجہ سے کھوکھلی ہو چکی ہے۔ اور یہ سزا یوروپ کو صرف ایک بیوی کے ساتھ جکڑے رکھنے کی وجہ سے ملی ہے۔ پس سچے مہاجر۔ اور اسلام کے پکے حامی وہی ہیں جو بداخلاقیوں اور بداعمالیوں سے بچیں۔ دعا ہے کہ خدا ان پر اپنا فضل و کرم بھیجے +

بنی آدم کیلئے پیغام

از قلم جناب خالد شیلڈرک صاحب (نومسلم)

قالت الیهود والنصٰری نحن ابنٰؤا الله واحباؤه ط قل فلم یعذبکم بذنوبکم ط بل انتم بشر ممن خلق (ترجمہ) اور یہود اور نصاریٰ دعوی کرتے ہیں۔ کہ ہم اللہ کے بیٹے اور اس کے چہیتے ہیں (اور اے پیغمبر ان سے) کہو (کہ اگر تم خدا کے بیٹے اور چہیتے ہو۔ اور تو وہ تمہارے گناہوں کے بدلے میں تم کو (وقتاً فوقتاً سزا ہی کیوں دیا کرتا ہے (تو تم نہ اللہ کے بیٹے ہو نہ چہیتے) بلکہ خدا نے جو (اور بشر) پیدا کئے ہیں۔ ان ہی میں کے بشر تم بھی ہو۔

(المائدہ رکوع ۳) +

قرآن شریف کی آیات بالا نہایت ہی غور طلب ہیں - ان میں نہ صرف مسلمانوں ہی کو مخاطب کیا گیا ہے بلکہ تمام الہامی مذاہب کے متبعین کیلئے واضح اور صریح الفاظ میں ایک اعلان ہے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جناب رسالت مآب صلعم پر نازل فرمایا - اور آپ کی زبان مبارک سے وہ ہم پر ظاہر ہوا - وہ بطور ہادی کے ہے اور نذیر بھی ہے نہ صرف کسی خاص قوم اور فرقہ کیلئے بلکہ تمام انسانوں کے لئے یہ یاد رکھنا ضروری ہے کہ بعض مذاہب کی جھوٹی تعلیم کے باوجود اللہ تعالےٰ کسی خاص قوم کا خدا نہیں - بلکہ وہ تمام خلق اللہ کا خالق - اور رب ہے - زمانہ قدیم میں لوگ بہت سے دیوتاؤں میں سے ایک کی پرستش اور عزت خاص طور پر کیا کرتے تھے جیسے ایک خاص قوم کا مربی مانا جاتا تھا - اور اسے حاسد بھی خیال کیا جاتا تھا جو سزا دینے میں رحم سے کام نہ لیتا تھا - اور جنگ کی حالت میں وہ بہت تند اور خونخوار ہو جایا کرتا تھا - زمانہ حال کے مختلف فرقوں کے مسیحی لوگوں کے پاس جو کتاب موجود ہے اس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کتابوں کے مصنف کیسے ہی تنگدل واقع ہوئے ہیں جن میں اسرائیلی قوموں کی تاریخ دیگئی ہے - ان فرقوں کا خدا تو صرف یہودیوں ہی کا طرفدار ہے جو دنیا کی دیگر اقوام کو نیست و نابود کرنے کیلئے تیار ہے - اس کا حکم بقول اس کے پرستاروں کے یہ ہے کہ دیگر اقوام میں ہر فرد بشر کو ہلاک کر دیا جائے - اور کسی کو بھی اس زمین پر زندہ نہ چھوڑا جائے - گویا ان کے نزدیک یہ سرزمین یہودیوں کا ایک باغ ہے - اور دیگر اقوام کا خالق خدائے واحد نہیں بلکہ ان کی زندگی اور قیام کا ذریعہ کچھ اور ہی ہے +

جب مصر سے ایک خانہ بدوش عبر قوم فلسطین میں داخل ہوئی تو وہاں کے باشندوں نے اس کا مقابلہ تلوار سے کیا - فلسطین میں اسرائیلیوں کے آنے سے پیشتر ایک بڑی بہادر اور جنگجو قوم آباد تھی انہوں نے اسرائیلیوں کا مقابلہ داؤد کے عہد حکومت تک اچھی طرح کیا - بلکہ مغلوب ہونے پر بھی وہ

نیست و نابود نہ ہو سکے۔ اور اب بھی انکی نسلیں اسی سرزمین میں آباد ہیں جہاں سے کہ اسرائیلی بھی پھر تلوار کے زد سے ٹھیک اسی طرح نکالے گئے جس طرح وہ شمشیر بکف داخل ہوئے تھے عہد نامہ قدیم (توریت) کے مصنف اس زمانہ میں غیر اسرائیلی قوموں کو غلام تصور کرتے تھے جن کا کام فقط منتخب کردہ اور پسندیدہ قوم کی خدمت کرنا تھا۔ اسی وجہ سے اسرائیلیوں کے دماغ میں یہ بات سما گئی تھی۔ کہ خدا کو صرف انہیں کا فکر ہے +

یہ اکثر کہا جاتا ہے کہ جناب مسیح کی آمد کی وجہ سے دنیا میں یہ جدید خیال کہ خدا سب انسانوں کا باپ ہے پیدا ہو گیا ہے۔ مگر اسکی تصدیق عہد نامہ جدید (انجیل) سے نہیں ہوئی۔ اور اسکی ورق گردانی ہمیں بے سود نظر آتی ہے۔ چنانچہ انجیل کے مصنف خود کہتے ہیں کہ جناب مسیح کا مشن ایک خاص ملک و قوم کے لئے تھا کیونکہ وہ اپنے شاگردوں کو باہر بھیجتے وقت یوں حکم دیتے ہیں :-

"جنٹیلز کے راہ میں مت جاؤ۔ اور کنعانیوں کے شہر میں مت داخل ہو بلکہ اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی بھیڑوں کی طرف جاؤ" +

اور پھر آپ نے ایک کنعانی عورت سے گفتگو کرتے ہوئے فرمایا "تم جو عبادت کرتے ہو۔ اس سے تم ناآشنا ہو۔ اور ہم جو عبادت کرتے ہیں ہم جانتے ہیں۔ کیونکہ نجات یہودیوں کیلئے ہے" +

متی کی انجیل کے ۱۵ باب میں ایک کنعانی عورت جناب مسیح سے درخواست کرتی ہے۔ کہ وہ اسکی لڑکی کو شفا بخشے لیکن اسی باب کی ۲۴ آیت میں جناب مسیح فرماتے ہیں کہ اس نے جواب میں کہا۔ کہ میں اسرائیل کے گھرانے کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔ اور پھر آیت ۲۶ میں کہا

"اس نے کہا۔ کہ لڑکوں کی روٹی لے کر کتوں کو ڈالدینی اچھی نہیں" +

اسلئے ہم یہ کہ سکتے ہیں۔ کہ قومی دیوتاؤں کا جو دیرینہ خیال یہودیوں میں مروج تھا اسمیں کسی قسم کی اصلاح کا ہونا ناممکن امر ہے۔ اور کیا میں اپنے عیسائی دوستوں کو یہ

یاد دلانے کی جرأت کر سکتا ہوں۔ کہ وہ اس امر کو مطالعہ کریں۔ اور اپنی ضمیروں سے پوچھیں۔ کہ وہ کس بُنیاد پر جناب مسیح کے مشن کو اسرائیلیوں کے سوا باقی اقوام کیلئے بھی قرار دینے کا ادعا کرتے ہیں۔ ایک اور نقطہ قابل ذکر اور عجیب یہ ہے۔ کہ عیسائی بڑے سے بڑے عالم مصنفین بھی جناب مسیح کو اپنی تحریروں میں "شہزادہ امن" لکھتے ہیں لیکن میں اپنے ناظرین کرام کی توجہ فقط انجیل مقدس کی طرف بھی مبذول کرتا ہوں۔ کہ وہ متی باب دس آیت ۳۴ میں خود جناب مسیح کے اپنے ہی الفاظ پڑھ لیں۔ جو کہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں :-

"یہ نہ سمجھو کہ میں زمین پر صلح کرانے آیا - صلح کرانے نہیں بلکہ تلوار چلوانے آیا ہوں" +

اگر ہم انجیل پر انحصار کریں تو جناب مسیح کے مشن پر غور کرتے وقت ہمیں ذیل کے نتائج پر پہنچنا پڑتا ہے :-

اوّل - جناب مسیح ایک ایسے استاد کی حیثیت میں آئے۔ جو صرف یہودیوں کی خاطر بھیجا گیا تھا +

دوم - چونکہ وہ خود یہودی تھے وہ تمام غیر یہودیوں کو کتا سمجھتے تھے۔ اور دیدہ دانستہ یہودیوں ہی تک اپنی تعلیم کو محدود رکھنے کی ہدایت شاگردوں کو دیا کرتے تھے +

سوم - ان کے شاگردوں کے لئے حکم تھا۔ کہ وہ قوم سمارٹین کے شہروں میں نہ جائیں۔ باوجود اس کے کہ وہ یہودیوں ہی کی طرح خدا کی عبادت کرتی تھی گو بعض جزویات میں ان سے ان کا اختلاف تھا۔ جس سے صاف عیاں ہے۔ کہ جناب مسیح اعتقاد کے لحاظ سے ایک پکے یہودی تھے +

چہارم - جناب مسیح خدا کو تمام انسانوں کا پرورش کنندہ خیال نہ کرتے تھے :-

پنجم - انکو (مسیح) الیقین تھا۔ کہ یہودیوں کو متحد کرنا تو درکنار روئے زمین پر خونریزی کے باعث ہوں گے +

بعض یہ کہہ سکتے ہیں کہ قبر سے جی اٹھنے کے بعد جناب مسیح نے اپنے شاگردوں کو تمام دیگر اقوام کی طرف وعظ کرنے کیلئے بھیجا لیکن اسبات پر بڑا بھاری یہ اعتراض ہے کہ اگر جناب مسیح نے قبر سے نکلکر اس قسم کی تعلیم دی۔ گو ان کا پہلا تمام کلام اسکے برخلاف ہی ہو تو کیا۔ اب ہمیں ان کا پہلا مسئلہ کہ نجات صرف یہودیوں کیلئے ہے بھلا دینا چاہیئے۔ اور اس امر پر یقین رکھنا چاہیئے۔ کہ جناب مسیح محض ایک مصلح اور معلم کی حیثیت رکھتے تھے۔ اور پکے یہودی خیال کے تھے۔ اور ان کے دماغ میں کبھی یہ بات نہ آئی تھی۔ کہ یہودیوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ دوسری قوموں کا بھی رب ہے۔ لیکن قبر کے اندر جاتے ہی انہیں یقین واثق ہو گیا۔ کہ خدا تمام مخلوق کا محافظ ہے۔ انجیل کے پڑھنے سے تو یہی نتیجہ نکلتا ہے۔ یہ امر بھی قابل غور ہے۔ اور خود عیسائی نکتہ چین اقبال کرتے ہیں کہ جناب مسیح کے اس کلام پر جو انہوں نے قبر سے نکلنے کے بعد کیا کوئی معتبر شہادت موجود نہیں۔ اور اب تو بالعموم تسلیم کیا جاتا ہے کہ مرقس کی انجیل کا اخیری حصہ جسمیں لکھا ہے کہ تم تمام دنیا میں پھر نکلو اور ہر انسان کو انجیل سناؤ سب جعلی ہے پس ہمیں اپنا پہلا خیال قائم رکھنا پڑتا ہے یعنے یہ کہ جناب مسیح کا مشن ایک خاص ملک سے تعلق رکھتا تھا اور صرف یہودیوں ہی کیلئے تھا۔ میں عیسائی صاحبان سے یہ بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ آیا انہوں نے انجیل کی ان آیات کے معنوں پر جنہیں میں نے اوپر لکھا ہے کبھی غور سے مطالعہ کیا ہے؟ جناب مسیح نے تو اپنے شاگردوں کو حکم دیا ہے کہ وہ ان کی تعلیم جنٹیلز تک نہ پہنچائیں۔ تو پھر اہل یورپ کیوں اس تعلیم پر چلتے ہیں جو ان کیلئے کبھی بھی مخصوص نہیں کی گئی۔ اور طرفہ یہ ہے۔ کہ ایک غیر یہودی قوم نے جناب مسیح کو خدا بنا رکھا۔ اور اسکی پرستش وہی قوم کرتی ہے جسے وہ کتا کہ کر پکارا کرتے تھے میری یہ بات تلخ تو معلوم دیگی لیکن دیانت کو نہ چھوڑنا چاہیئے۔ اور اس امر واقعہ کو تسلیم کر لینا چاہیئے۔ اے لوگو جو تم گرجوں میں جاتے ہو اور جناب مسیح سے دعائیں مانگتے ہو اور اپنے تئیں عیسائی کہلاتے ہو ذرہ سوچو تو سہی۔ کہ انجیل تو تمہیں یہ بتلاتی ہے کہ جناب مسیح نے تم تک اپنی تعلیم پہنچانے سے شاگردوں کو روک دیا تھا۔ اور انہوں نے اجازت

نہ دی تھی۔ کہ اس کلام کو جسے وہ فقط یہودیوں کے لئے لائے تھے تمہیں سنایا جائے کیونکہ تم یہودی النسل نہ ہونے کی وجہ سے ان کے نزدیک کتوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ اگر تمہارا ایمان انجیل پر ہے جس کی وجہ سے تم کسی طرف کے بھی نہیں رہ سکتے۔ کیا تم بتلا سکتے ہو۔ کہ جناب مسیح کے مُنہ سے نکلے ہوئے الفاظ ایسے نہیں جن سے معلوم ہو سکے کہ خدا تمام انسانوں کا حامی و حافظ ہے۔ ہرگز نہیں لیکن آؤ ذرہ قرآن شریف کی اس آیت کے الفاظ پر غور کریں جس سے میں نے اس مضمون کا ابتدا کیا ہے۔ یہودی اور نصرانی تو اس وقت تک بھی نہایت تنگخیالی سے خدا کو اپنا ہی کی خیال کرتے اور دیگر اقوام کو نجات سے محروم رکھتے ہیں۔ اور اپنے آپ کو خدا کے پیارے قرار دیتے ہیں۔ ان کے خیالات میں ذرہ بھر بھی ترقی و تبدیلی نہیں ہوئی۔ اور خدا اور انسان کے باہمی تعلق کے بارے میں کوئی تازہ خیال دل میں پیدا نہیں ہوا۔ لیکن قرآن کریم کی آیت ذیل کیسی صحیح ہے:۔

" ان سے کہدو کہ وہ تمہارے قصوروں کے لئے تمہیں سزا کیوں دیتا ہے"+

اس سے بڑے زور شور کے ساتھ خدا کے کسی خاص قوم کی طرفداری کرنے کی تردید کی گئی ہے۔ اس سے دنیا میں ایک نیا خیال پیدا کیا گیا ہے جسے اس آیت نے ظاہر کیا ہے۔ اور جس کے رُو سے انسان کو خالی خیال کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ تاکہ دیگر انسانوں کے مقابلہ میں اپنے آپ کو خدا کا بیٹا یا اس کا رشتہ دار نہ سمجھ لیں +

"مخلوق میں سے تم بھی ایک بشر ہو۔ جس کو اس نے پیدا کیا"+

انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح نے فرمایا کہ میں بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کیلئے بھیجا گیا ہوں۔ اس کے بالمقابل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ وما ارسلناك الا رحمة للعالمين یعنے رسول کریم صلعم کو لوگوں کیلئے رحمت کے رنگ میں بھیجا گیا ہے۔ یہ بالکل نیا اور نرالا خیال ہے اس سے ایک ایسی ہستی کا نشان

دیا گیا ہے۔ جو تمام مخلوق کا خدا اور نگہبان ہے۔ جو ایک خاص چھوٹی سی قوم کی طرف اپنا رسول ہی نہیں بھیجتا بلکہ تمام دنیا کی طرف۔ انجیل سے تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ جناب مسیح کا پیغام دنیا کے تمام لوگوں کے لئے نہ تھا مگر حضرت محمد صلعم کا پیغام ہم سب کے لئے تھا۔ اور وہ ایسے وقت خدا کی جانب سے پہنچا۔ جبکہ چاروں طرف تنگخیالی کا دور دورہ تھا۔ اور جبکہ کسی فرد بشر کو بھی اللہ تعالیٰ کے حقیقی فضل و رحم کی حقیقت کا علم تک نہ تھا۔ ہمارے رسول اکرم صلعم کی بعثت سے پہلے زمانہ کا نام زمانہ جاہلیت رکھا گیا ہے۔ اور یہ نام نہایت ہی مناسب ہے۔ حضرت محمد صلعم دنیا کیلئے وہ پیغام لائے جس کے انتظار میں وہ تھی۔ آپ کا درد اور سوز سے بھرا ہوا آواز جنگلوں اور بیابانوں تک پہنچا۔ اور جس کسی نے سنا وہ بیدار ہو گیا۔ اس سے لوگوں کے دلوں میں انقلاب ہوا اور اخوت کا خیال پیدا ہوا اور انہیں سمجھ آئی۔ کہ سب انسان ایک ہی خاندان کے ممبر ہیں۔ جس پر ایک ایسی ہستی کی نگرانی ہے۔ جس کا فضل و رحم دنیا کے ہر ایک گوشہ میں پہنچتا ہے۔ عیسائی صاحبان سے درخواست ہے کہ وہ انجیل اور قرآن شریف کا مطالعہ کریں۔ اور جو کچھ ان دونوں مقدس کتابوں میں جناب مسیح اور ان کے مشن کے متعلق لکھا ہے ان کا مقابلہ کریں۔ تاکہ انہیں معلوم ہو۔ کہ وہ فی الحقیقت اس تنگخیالی کی راہ پر نہیں چلتے جس کی طرف انجیل رہنمائی کرتی ہے۔ بلکہ وہ لاعلمی میں اس تعلیم پر چل رہے ہیں۔ جو قرآن مجید نے جناب مسیح کی طرف منسوب کی ہے۔ اب نیا سال شروع ہوا ہے ہمیں چاہئیے کہ ہم دیانت و امانت سے کام لیں۔ اور تمام تعصبات اور تنگ دلیوں سے کنارہ کرکے صداقت اور راستی کی طرف رخ کریں۔ یہ خیال کہ تمام دنیا کا فقط ایک ہی واحد خدا ہے کوئی نیا نہیں۔ یہ قدیم سے چلا آرہا ہے البتہ من گھڑت مسائل اور توہمات کے پردے نے ایسے لوگوں کے دلوں سے نہاں کر دیا تھا لیکن رسول عربی صلعم کی آمد سے پھر دنیا کو اس کا علم ملا۔ چنانچہ قرآن میں لکھا ہے۔ کہ قل جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان

ڈھوکا۔ **ترجمہ**۔ کہدو کہ حق آیا اور باطل بھاگ گیا۔ تحقیق باطل بھاگ ہی جانیوالا تھا"۔ ہمارا بھی اب فرض ہے کہ ہم کذب کو چھوڑ کر صداقت کے پیچھے چلیں۔ لوگوں کو خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلمان یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ قرآن مجید جو کلام الٰہی ہے سب انسانوں کے لئے نازل ہوا ہے اور ہمیں چاہیئے کہ ہم اسے تمام دنیا میں پہنچائیں اور جو لوگ اندھیرے میں ہیں ان تک اس کی روشنی پہنچا کر اپنی ذمہ واری سے سبکدوش ہو جائیں۔ خدا کرے کہ اس سال نو میں اسلام کی اشاعت کے لئے لگاتار کوشش ہو ہم سب بہت فراخ دلی سے اس شاندار پیغام کو ہر جگہ پہنچائیں جو ہمارے رسول پاک صلعم اپنی زندگی میں اس ہستی کی طرف سے تمام دنیا کیلئے لائے جس نے سب کو پیدا کر کے اسکی پرورش کا انتظام بھی کر دیا ۔

مکالمۂ الٰہیّہ (الہام)

(از قلم جناب ماسٹر محمد یعقوب خانصاحب بی۔ اے)

اہل مغرب کو اگر اس بیجان مادہ کی چار دیواری کے اندر کامیابی پر فخر ہے۔ تو عالم عالم رُوحانیات میں معجز نما ترقی پر ایک مشرقی کہیں بڑھ چڑھ کر نازاں ہے ابتداء آفرینش سے ہی مشرق میں فلسفہ نے تربیت حاصل کی۔ اور مختلف مذاہب نے نشو و نما پائی۔ مغرب میں تو مادہ ہی کا راج اور اس کے بالمقابل سب کچھ ہیچ خیال کیا جاتا ہے لیکن مشرق رُوحانی امور ہی میں زندگی کی ماہیّت اور اصلیّت کو دیکھتا ہے۔ اول الذکر کے نزدیک روحانی خوبیاں اور معاملات فضول توہمات سے بڑھ کر درجہ نہیں رکھتے مگر برعکس اس کے آخر الذکر انکی مادی کامیابیوں کو بچّوں کے دل بہلانیوالے کھلونوں سے زیادہ وقعت نہیں دیتے۔ اور بیشمار صاحب ہوش مرد و زن کو ان کے ساتھ کھیل میں مستغرق دیکھ کر حیران ہوتے ہیں۔ لہذا مغربی متشککین کو چاہیئے کہ جب تک وہ ہمارے دلائل جو ذیل میں حوالۂ قلم کیئے جاتے

ہیں ۔۔۔ نہ لیں ۔ الہام آلہی سے انکار نہ کریں اور نہ ہی اپنے ذہنیات کی منحرف شدہ حالت کی ایک ایجاد خیال کریں +

سب سے پہلے میں کتاب قدرت کیطرف توجہ دلاتا ہوں ۔ انسانی دماغ اور یہ تمام وسیع دُنیا ایک ہی خدا کے ہاتھ سے بنی ہوئی ہیں ۔ دونوں عالم یعنی روحانی اور جسمانی کا خالق چونکہ ایک ہی ہے اسلئے یہ بالکل قرین قیاس ہے کہ ان دونوں کا مدعا اور اصول ایک ہی قسم کا ہو مثلاً اگر عالم جسم یا دیات ہمیں ترقی کا کوئی طریق دکھائی دے تو ہمیں اسی قسم کا طرز عمل رُوحانی عالم میں بھی نظر آئیگا ۔ گویا دو نہریں ایک جسمانی اور دوسری رُوحانی ایک دوسری کے برابر چلتی ہیں ۔ اور ایک ہی ضابطہ قانون کے ماتحت ہیں اسبات کو تسلیم کرنے کے بعد میں فطرت میں اس خاص قانون کو پیش کروں گا جو کہ عالمگیر ہے اور کوئی بھی اس سے انکار نہیں کر سکتا ۔ ہم دُنیا میں دیکھتے ہیں ۔ کہ اگر ایک طرف خواہشات اور ضروریات لگادیگئی ہیں تو دوسری طرف ان کے رفع کرنے کا انتظام بھی کر دیا گیا ہے ۔ اور روزمرہ ہمارا مشاہدہ ہمیں بتلاتا ہے کہ حد سے زیادہ گرمی بارش کی آمد کا پیش خیمہ ہوتی ہے بالکل یہی حال انسان کا بھی ہے ۔ کیونکہ وہ اس دنیا کا ایک جزو ہونے کی وجہ سے انہیں قوانین کے ماتحت ہے ۔ فطرت انسانی کے ساتھ بیشمار جذبات لگا دئے گئے ہیں لیکن ان کے مطابق اشیاء بھی پیدا کر دیگئی ہیں مثلاً پیاس بُجھانے کے لئے پانی کا مہیا کیا جانا اس انتظام کو ظاہر کرتا ہے جس نے ہر انسانی خواہش کی تسکین کیلئے ضروری اشیاء پہلے ہی سے بہم پہنچا رکھی ہیں ۔ یہ قانون روز روشن کی طرح واضح ہے ۔ اور کوئی عقلمند اس کی تردید نہیں کر سکتا اس سے صاف معلوم ہوتا ہے ۔ کہ ہر ایک خواہش اور ہر ایک ضرورت کے رفع کرنے کے لئے ایک نہ ایک چیز بطور علاج پیدا کر دیگئی ہے ۔ یہی قانون انسان کی جسمانی ضروریات کے متعلق ہر جگہ کام کرتا ہوا دکھائی دیتا ہے ۔ اور اسی قسم کا ضابطہ قوانین دماغی اور رُوحانی دنیا میں بھی حاوی ہونا چاہئے ۔ اب ہم سب سے اول ان قوانین کو لیتے ہیں جن کا تعلق انسان کے دماغ سے ہے ۔ سب جانتے ہیں کہ انسان کے اندر بچپن ہی سے تحقیق کرنے کا مادہ ہے ہم ہمیشہ اشیاء کی حقیقت اور کیفیت دریافت

کرنے کے درپے رہتے ہیں لیکن قدرت نے ہر ایسے سوال کیلئے جو ہمارے دل میں پیدا ہوتا ہے ایک جواب تیار کر رکھا ہے جو دماغ کی اس فطری خواہش کو پورا کر دیتا ہے یہ دُنیا تمام فطرت انسانی کی اندرُونی خواہشات کو حقیقت کا رنگ دینے کیلئے ایک قسم کا گویا کارخانہ ہے +

اِنسانی ڈھانچے کی مشین میں کسی قسم کا نقص نہیں۔ اس کا ہر ایک پُرزہ کیا چھوٹا اور کیا بڑا اپنی اپنی مناسب جگہ پر رکھا ہوُا ہے۔ جس چیز کی ضرورت انسان اپنے اندر محسوس کرتا ہے بیرونی دنیا میں اس کے پورا کرنے کا مناسب انتظام اُسے نظر آتا ہے۔ اگر اُسے دیکھنے کے لئے آنکھیں عطا کی گئی ہیں تو اِس غرض کیلئے روشنی بھی پیدا کر دیگئی ہے۔ تاکہ وہ ان سے کام لے۔ اور اگر کان دیے گئے ہیں تو ہوا بھی پیدا کر دیگئی ہے تاکہ وہ سُن سکے۔ اور میری رائے میں منہ کا بنایا جانا ہی اس امر کی کافی دلیل ہے کہ روزی کا انتظام بھی قدرت نے کر دیا ہے کیونکہ اس قادر مطلق کی عنایات کا یہی تقاضا ہے۔ اسکی رحمانیت نے بھی ہماری جسمانی ضروریات کا نہایت ہی احتیاط سے انتظام کر رکھا ہے۔ اسی طرح اس نے اپنے فضل سے اِنسان کی دماغی اور دیگر حاجات کا بھی احسن طریق پر بندوبست کیا ہے لیکن اگر ہماری رُوحانی ضروریات کی طرف سے وہ بالکل لاپرواہ ہو تو کیا یہ اس کے انتظام پر ایک بدنما داغ نہیں۔ کیونکہ روح ہی انسان کا اعلےٰ اور ہمیشہ قائم رہنے والا جُزو ہے۔ اس نے یقیناً ہمارے روح کی خواہشات کی تسکین کیلئے کافی انتظام کر رکھا ہے +

اب آؤ ذرا جسم کی اندرونی حالت کا ملاحظہ کریں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت اِنسانی میں حیات جاودانی کی از حد خواہش ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور روزِ آخرت کے متعلق کامل علم حاصل کرنے کا شوق پیدا ہوتا ہے۔ بعض حالات میں شوق یا خواہش اس حد تک بڑھ جاتی ہے۔ کہ موت کے بعد کے حالات دیکھنے کی پیاس بجھانے کیلئے اس زندگی کا خود ہی خاتمہ کر دیا گیا ہے۔ خدا کے بارے میں مکمل علم حاصل

ہر فطرت انسانی کا عین تقاضا ہے + باقی آئندہ

غزواتِ نبوی

نمبر ۲

(از قلم جناب مولوی مصطفےٰ خان صاحب بی اے مسلم مشنری انگلستان)

غزوۂ سویق

اسلام کے لئے بدر کی فتح ایک نمایاں تھی۔ بہت سے سرداران قریش جو ہمیشہ اس نئے مذہب اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے منصوبے باندھتے رہتے تھے خود اس صفحہ ہستی سے معدوم ہو گئے۔ عبد اللہ بن اُبی جو مدینہ کا مشہور رئیس تھا اور کہ جو ابھی تک کافر تھا بظاہر مسلمان ہو گیا۔ گو تمام عمر منافق ہی رہا اسی طرح قبائل عرب جو ہوا کا رُخ دیکھنے کے منتظر تھے۔ اگرچہ حلقۂ القیاد میں داخل نہ ہوئے۔ مگر تاہم مسلمانوں کے غلبہ سے متاثر ہو گئے اور سہم گئے۔ قصہ کوتاہ اسلام کے لئے یہ پہلا دفعہ تھا۔ کہ وہ نہایت آب و تاب و طاقت کے ساتھ جلوہ افگن ہوا۔ ان خوشگوار حالات کے اندر مخالفت کی چنگاری بھی اندر ہی اندر سُلگ رہی تھی۔ اگرچہ حضرت نبی کریم صلعم کا یہود سے معاہدہ ہو چکا تھا۔ کہ وہ ہر معاملہ میں غیر جانبدار رہینگے۔ لیکن اب جنگِ بدر کے نتائج نے جب مسلمانوں کا پلہ بھاری کر دیا۔ تو یہود میں بھی حسد و بغض کی آگ بھڑک اُٹھی۔ اور وہ مسلمانوں کی مخالفت پر آمادہ ہوئے۔ یہودی اپنی دولت و ثروت و تجارتی کاروبار کی وجہ سے مدت مدید سے مدینہ میں رؤسا کی حیثیت رکھتے تھے۔ لیکن اب چونکہ اسلام کی بڑھتی ہوئی طاقت نے ان کے اقتدار و قیادت کو زائل

کردیا۔ اسلئے وہ مسلمانوں کے حاسد بن گئے۔ اور ان کی مخالفت پر کمربستہ ہوئے اس کے علاوہ قریش کی آتش غضب شکست کھانے کی وجہ سے بھڑک اُٹھی تھی۔ کیونکہ میدان کارزار میں ان کی بہت سی قیمتی جانیں تلف ہوچکی تھیں۔ مکہ میں قریباً ہر ایک گھر ماتم کدہ بنا ہوا تھا۔ اور ان کے دل جوش انتقام سے لبریز تھے۔ اور انتقام لینے کا ان میں طوفان بپا تھا۔ ابوجہل اور عتبہ کی موت نے قریش کی ریاست و قیادت کا تاج ابوسفیان کو پہنایا۔ اور ابوسفیان اب چونکہ رئیس قریش ہوچکا تھا اسلئے اس نے اپنا سب سے اوّل فرض منصبی یہ سمجھا۔ کہ مقتولین و کُشتگان بدر کا انتقام لیا جائے۔ چنانچہ اس نے قسم کھالی۔ کہ جب تک اس واقعۂ جانکاہ کا قرار واقعی سبق مسلمانوں کو نہ دے لونگا۔ اور پورا پورا انتقام کُشتگان بدر کا مسلمانوں سے نہ لے لونگا تب تک غسل جنابت نہ کرونگا۔ چنانچہ اس منصوبہ کے ساتھ دوسو شتر سوار لے کر مدینہ کی طرف بڑھا۔ اور عریض پر حملہ آور ہوا۔ جو مدینہ سے کوئی تین میل کے فاصلہ پر ہے۔ اور وہاں پہنچ کر کچھ مسلمانوں کو تہ تیغ کیا۔ اور ان کے گھروں اور گھاس کے انباروں کو جلادیا۔ لیکن جب اس حملہ کی خبر حضرت نبی کریم صلعم کو پہنچی۔ تو مسلمانوں نے اس کا تعاقب کیا۔ لیکن وہ بچ کر نکل گیا۔ اور سراسیمگی اور گھبراہٹ میں جلدی سے بھاگنے کی وجہ سے ستو کے بورے پھینکتا گیا۔ چونکہ عربی میں ستو کو سویق کہتے ہیں۔ اسلئے یہ واقعہ غزوۂ سویق کے نام سے تاریخ اسلام میں مشہور ہے۔

انہی ایام میں حضرت نبی کریم صلعم نے ایک اور مشہور و معروف عملی نمونہ و مثال سے اپنی شرافت و نجابت قلبی کا ثبوت دیا۔ آپؐ ایک روز تنہا درخت کے سایہ تلے اپنے کیمپ سے کچھ فاصلہ پر آرام فرما رہے تھے۔ جبکہ یکایک ایک شور نے آپ کو چونکا دیا۔ اور آپ نے دیکھا۔ کہ دعثور ایک شقی القلب خونخوار جنگجو آپؐ کے سرہانے تیغ برہنہ لئے کھڑا ہے۔ اس جنگجو

نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ "اے محمد (صلعم) اس وقت تم کو کون بچا سکتا ہے" حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ "اللہ" قوت ایمان سے اس لبریز جواب کو سنکر دعثر مرعوب ہو گیا اور شمشیر برہنہ اس کے ہاتھ سے گر گئی۔ پھر اسی تلوار کو حضرت نبی کریم نے فوراً پکڑ لیا اور اسے گھما کر پوچھا۔ کہ "اے دعثر اب تو بتا۔ کہ تم کو کون بچا سکتا ہے" تو اس کا جواب یہ تھا۔ کہ آپکے لطف و کرم کے سوائے مجھے اور کون بچا سکتا ہے۔ پھر حضرت نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ کہ مجھ سے رحم سیکھ لے اور تلوار کو واپس کر دیا اس کریم النفسی نے آپ کے عدو جان کے دل پر بڑا گہرا اثر کیا۔ اور وہ حلقہ بگوش اسلام ہو گیا۔

غزوۂ اُحد

غزوہ سویق قریش کی آتش غیظ و غضب کو فرو نہ کر سکا۔ یہ مصمم ارادہ کر کے کہ اسلام کو صفحۂ ہستی سے معدوم کر کے رہینگے۔ قریش نے پھر ایک دفعہ مدینہ پر یورش عظیم کا تہیہ کر لیا۔ اور اس کے لئے بڑے جوش اور سرگرمی سے تیاریوں میں مصروف ہوئے۔ انہیں یہ علم تھا۔ کہ یہودی مسلمانوں کے عدو جان ہیں۔ اور اسی بناء پر ان میں حملہ کرنے کی جرأت بھی ہوئی۔ اور ساتھ ہی ان کو یہ بھی اچھی طرح علم تھا۔ کہ مسلمانوں کو بہت سے خانگی مشکلات و تکالیف ہیں۔ اسلئے انھوں نے نہ صرف مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ ہی سازش کی تھی۔ بلکہ قرب و جوار کے قبائل کے ساتھ بھی اسلام کے خلاف رشتۂ اتحاد گانٹھ لیا۔ انھوں نے اپنے شاعر سفیروں کو تمام اطراف میں روانہ کر دیا۔ تاکہ وہ اپنی آتشیں تقاریر اور پر جوش اشعار سے مسلمانوں کے خلاف آتش غضب کو بھڑکائیں۔ اور جوش انتقام خون کو ابھاریں۔ تھیما اور کنانا دو بڑے قبائل مکہ کے بت پرستوں کے ساتھ مل گئے۔ اور انھوں نے نقد اور فوج سے مدد دینے کا وعدہ کیا۔ ابوسفیان کا قافلہ شام سے بہت سا سیم و زر لے کر گھر واپس آ چکا تھا۔ قریش مکہ نے اس دولت کو مسلمانوں کے مقابلہ پر ایک اور جنگ پر صرف کرنے کا تہیہ کر لیا تھا۔ اپنے سامان حرب و دیگر ساز و سامان پر نازاں ہو کر متحدہ فوج جو عرب کے قریباً ایک بڑے حصہ پر مشتمل تھی۔ ابوسفیان کی سرکردگی

میں مدینہ کی طرف بڑھی۔ یہ فوج تین ہزار پر مشتمل تھی۔ جو ہر ایک قسم کے سازوسامان سے مسلح و مزین تھی۔ اور کہ جسمیں سات سو نبرد آزما زرہ پوش تھے۔ بت پرستوں کی اس سپاہ نے جنہیں راستہ میں کوئی بھی مزاحمت نہ ہوئی بڑھتے بڑھتے مدینہ کے شمال مشرق کی طرف ایک مضبوط جگہ پر ڈیرہ جما یا۔ جہاں صرف احد کی پہاڑی اور ایک گھاٹی انہیں شہر سے علیحدہ کرتی تھی مسلمان اب اپنے اندفاع پر مجبور تھے۔ اگرچہ ان کے دل عدو کی فوج عظیم دیکھ کر دہل گئے لیکن پھر بھی انہوں نے نہایت ہی اطمینان سے معاملہ پر غور کیا۔ اور اندفاع کے طریقہ پر بحث کی جس پر اختلاف رائے پیدا ہو گئی۔ اکابرین میں سے جنمیں عبد اللہ بن اُبی بھی شامل تھا۔ اور کہ جو رئیس المنافقین تھا مشورہ دیا۔ کہ مسلمان شہر میں پناہگیر ہو کر مقابلہ کریں۔ اور شہر کی چار دیواری کے اندر ہی حملہ کے منتظر رہیں لیکن نوخیز و نوجوان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے جن کے ارمان جنگ بدر میں نہ نکل سکے تھے۔ اور کہ جو جوش غضب سے بھرے ہوئے تھے۔ اس پر مصر ہوئے۔ کہ باہر نکلکر دشمن کا مقابلہ کیا جائے لیکن حضرت نبی کریم صلعم کی رائے اول الذکر طبقہ کے ساتھ تھی۔ اب چونکہ کثرت رائے یہی تھی۔ کہ باہر نکلکر ہی دشمن کا مقابلہ کیا جائے۔ اسلئے آپ نے کثرت رائے کو ہی ترجیح دی۔ اور اندفاع کے لئے باہر نکل پڑے مسلمانوں کی فوج میں ایکہزار جان نثار تھے لیکن یہود کی مخفی اور بد طینت دشمنی کا نتیجہ یہ ہوا۔ کہ عبد اللہ بن ابی رئیس المنافقین جو تین صد کی جمعیت لیکر آیا تھا بگڑ کر واپس چلا گیا۔ کہ محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) نے میری رائے پر عمل نہیں کیا +

عبد اللہ بن ابی اور اسکی جمعیت کی علیحدگی نے مسلمانوں کی فوج کی طاقت کو ضعف پہنچایا۔ اور اب صرف رسالت مآب حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے پاس صرف سات سو جانباز و سرفروش رہ گئے تھے جنمیں فقط دو گھوڑے تھے۔ اس قلیل فوج اور اس بے سروسامانی کے ساتھ وہ متوکل ذات پاک

تین ہزار مسلح و سازو سامان سے آراستہ و پیراستہ جنگجوؤں کے مقابلہ پر مبارز ہوئی۔ عربوں میں یہ ایک عام رواج تھا۔ کہ وہ صنف ضعیف کو بھی رزمگاہ میں اس مقصد کے لئے لایا کرتے تھے۔ تاکہ وہ غیرت دلانیوالے اشعار سے سپاہیوں کو ہمت و جوش دلائیں۔ اور انہیں اس خیال سے اُبھاریں۔ کہ ان کی شکست سے فاتحین ان کے طبقہ نسوان کی بیحرمتی کریں گے۔ اسلئے اس رواج کے مطابق قریش کی فوج بھی اپنے ساتھ عورتوں کی ایک جمعیت عظیم لائی تھی۔ جن کی سردار و پیشرو ہندہ ابوسفیان کی بیوی اور عتبہ کی دختر تھی (جو جنگ بدر میں کام آیا تھا) فوج کے آگے آگے چلتی تھی۔ اور ذیل کے جوش دلانے والے اشعار سے بہادروں و نبرد آزماؤں کو گرماتی تھیں +

نحن بنات طارق	ہم آسمان کے تاروں کی بیٹیاں ہیں۔
نمشی علی النمارق	ہم قالینوں پر چلنے والیاں ہیں۔
ان تقبلوا نعانق	اگر تم بڑھ کر لڑو گے تو ہم تم سے گلے ملینگی۔
او تدبروا نفارق	اگر تم نے پیچھے قدم ہٹایا۔ تو ہم تم سے الگ ہو جاوینگی۔

قصہ کوتاہ متخاصمین افواج مقام احد پر مبارز ہوئیں۔ حضرت نبی کریم صلعم نے صبح کی نماز ادا کر کے پہاڑی کے عین نیچے مقام فرمایا۔ آپؐ نے پچاس تیراندازوں کا ایک دستہ اپنی فوج کے عقب میں ایک بلندی پر متعین فرمایا۔ تاکہ وہ عقب فوج کی حفاظت کریں۔ اور ان کو تاکیدی حکم فرمایا۔ خواہ کچھ ہی ہو جائے وہ اس جگہ سے نہ ہٹیں۔ قریش جنہیں اپنی تعداد پر بھروسہ تھا۔ وسیع میدان میں منتشر ہو گئے۔ اور اپنے لشکر کے عین مرکز میں اپنے بتوں کو نصب کیا۔ خاتونان نے جنگی اشعار پڑھنے شروع کئے۔ پہلا حملہ مہیب و خطرناک تھا لیکن مسلمانوں نے بڑی ہمت و مردانگی سے اس کا مقابلہ کیا۔ جس سے قریش کی فوج میں سراسیمگی و بے ترتیبی چھاگئی مسلمان حضرت حمزہ (حضرت نبی کریم صلعم کے چچا) کی سرکردگی میں دشمن کی فوج کے دل میں گھس گئے۔ اور چاروں طرف وار کرتے جاتے تھے

مسلمانوں کی فتح اس وقت یقینی تھی۔ لیکن شومئی قسمت سے انہوں نے اپنے آپ کو خطرے سے محفوظ سمجھ کر اور دشمن کو فرار ہوتے دیکھ کر تیر اندازوں نے جنہیں ایک خاص مقام پر متعین کیا گیا تھا اس جگہ کو چھوڑ دیا۔ اور غنیمت کی طرف جھک پڑے۔ سپہ سالاران قریش میں سے خالد بن ولید ان کی غلطی کو تاڑ گیا۔ اور انکی غلطی سے استفادہ اٹھا کر مسلمانوں کی عقب کی فوج پر حملہ آور ہؤا۔ اور ساتھ ہی قریش کی پیادہ سپاہ بھی لوٹی۔ اور حضرت نبی کریم صلعم کی سپاہ کا غنیم نے محاصرہ کر لیا۔ مسلم فوج کے لئے یہ موقعہ نہایت ہی نازک تھا۔ اور مسلم سپاہ کے مشہور و معروف سردار جنمیں حضرت حمزہ بھی شامل تھے۔ لڑائی میں مصروف ہو گئے۔ حضرت ابوبکرؓ۔ حضرت علی حضرت حمزہ رضؓ کو زخم شدید آئے +

اب غنیم کی ساری جدوجہد اس امر کے لئے تھی۔ کہ آنحضرت صلعم کی طرف رجوع ہوں۔ ایکدفعہ آپ اپنی فوج سے بالکل کٹ کر علیحدہ ہو گئے۔ اور شدید سے شدید حملہ کا آماجگاہ بنے۔ اس وقت اعدا مسلسل طور پر آپ پر تیر و تفنگ کی بوچھاڑ کر رہا تھا۔ پس اس حالت کو دیکھ کر مسلمانوں نے آپؐ کے چاروں طرف گھیرا ڈال لیا۔ صحابہؓ میں ایک شخص حضرت ابودوجانہ اپنی پشت دشمن کی طرف کر کے آنحضرت صلعم کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ اور دشمن کے تیروں کو اپنی پشت پر لیا حضرت طلحہؓ نے قریش کی تلواروں کو اپنے ہاتھوں پر لیا۔ اور اسی حالت میں اپنے ایک ہاتھ سے محروم ہو بیٹھے۔ غنیم جبکہ اس طرح اس رحمت عالم پر تیر برسا رہے تھے اور آپؐ کو صفحہ ہستی سے نابود کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ تو وہ وسیع القلب ذات اپنی کریم النفسی سے ان کے لئے ذیل کے مشہور و معروف الفاظ میں دعا کر رہی تھی +

"رب اغفر قومی فانھم لا یعلمون"

ترجمہ:۔ "بخدا میری قوم کو بخش دے وہ جانتے نہیں"+

آپؐ کے سر مبارک میں کچھ زخم آئے۔ اور آخر کار آپؐ کے دوست آپؐ کو پہاڑ کی چوٹی پر لیجانے میں کامیاب ہوئے۔ جہانکہ دشمن کا پہنچنا مشکل تھا۔ حضرت علیؓ چٹان

کی غار سے اپنی سپر میں کچھ پانی لائے۔ اور آپ کی دختر حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے جو آپ کی وفات کی خبر سنکر میدان کارزار میں آ پہنچی زخم مبارک دھوئے۔ اور انکی پٹی کی۔ پھر حضرت نبی کریمؐ نے صحابہ کرامؓ کے ساتھ بیٹھ کر نماز ظہر ادا کی +

اب قریش مدینہ پر حملہ کرنے یا مسلمانوں کو اصل کی چوٹی سے نکالنے سے بہت تھک چکے تھے۔ قریش نے مسلمان مردوں کے عضو نہایت درندگی سے کاٹ کر مدینہ کے علاقہ کو چھوڑ دیا۔ ہندہ ابوسفیان کی بیوی نے حضرت حمزہؓ کا دل اور کلیجہ نکالا اور فی الحقیقت اس کا ایک حصہ نگل گئی۔ اور دوسرے مسلمان مردوں کے ناک اور کان کاٹ کر ان کے ہار اور کنگن بنائے +

حضرت نبی کریم صلعم کا دل مردوں کی اس قسم کی ہتک و توہین دیکھ کر غم و غصہ سے بھر آیا لیکن انہوں نے دشمنوں کی نعشوں کے ساتھ ایسی بدسلوکی اور بے عزتی سے مسلمانوں کو روک دیا۔ پس اس طرح اس وحشی رواج یعنی نعش کے عضو کی قطع و بُرید سے تمام ملک عرب میں مدت مدید سے مروّج تھا مسلمانوں کو محترز رہنے کا حکم صادر فرمایا۔ پھر مدینہ پہنچنے کے کچھ عرصہ بعد ہی حضرت نبی کریم صلعم نے اپنے لوگوں کو جمع کیا۔ تاکہ غنیم کی لوٹنے والی فوج کا تعاقب کر کے یہ دکھلایا جائے کہ مسلمان اب بھی طاقتور و مضبوط ہیں۔ ابوسفیان راستہ میں کچھ مسلمانوں کو قتل کر کے بہت جلد مکہ واپس چلا گیا۔ اور پھر وہاں سے ایک دھمکی آمیز پیغام بارگاہ رسالت میں ارسال کیا۔ کہ "میں بہت جلد اسلام کو نیست و نابود کرنے کے لئے واپس لوٹونگا" حضرت نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پیغام سنکر فرمایا۔ کہ "ہم اللہ تعالے پر بھروسہ رکھتے ہیں" +

حضرت خواجہ کمال الدین صاحب مسلم مشنری کی ذیل کی جدید اردو تصنیفات زیر کتابت و زیر طبع ہیں احباب درخواستہائے خریداری ارسال فرما کر ممنون فرمائیں +
(۱) رازِ حیات یا انجیل عمل (۲) ضرورت الہام (۳) حقیقت توحید (۴) مکالمات الٰہیہ (۵) مجموعہ لیکچر زدو بیبی ہن اسلام (۶) روحانیات فی الاسلام + مینجر

جہالتِ عظیم

مسٹر جے۔ ایل میکنٹائر نے چرچ مشنری ریویو کے مارچ نمبر میں ایک غلط واقعہ کا اظہار کر کے اس جہالت عظیم کا مجسم ثبوت دیا ہے۔ جو اسلام کے متعلق یورپ میں عام طور پر پھیلی ہوئی ہے۔ آپ تحریر فرماتے ہیں :-

تاریخی مصائب میں سے ایک یہ بھی ہے۔ کہ محمد (صلعم) کی باوجود پندرہ سولہ ازواج تھیں۔ لیکن ان کے بعد ان کی بیٹی کے سوا اور کوئی اولاد نرینہ نہ تھی۔ پس عرب کے قانون پیدائش کی رو سے جو نظام ارث کی تتبع کرتا ہے۔ محمد صلعم کے کوئی جائز ورثا نہیں ہیں۔ وہ لوگ جو اسلام کی طرف سے عذر معذرت کرتے ہیں۔ اور جن کا یہ دعویٰ ہے کہ تعدد ازدواج کی اجازت محض اسلئے ہوئی تھی۔ تاکہ خاندانوں کا سلسلہ نسب جاری رہے انہیں اس سے بڑھ کر کثیر الازدواجی کی مکمل شکست کی موثر مثال اور کہاں مل سکتی ہے۔ کہ ان کے بانی کی ہی جانشینی کرنے والا فرقۂ ذکور میں سے کوئی صلبی بچہ نہیں"۔ (اسلامک ریویو)

یہ ایک تاریخی واقعہ ہے۔ کہ رسالت مآب حضرت نبی کریم صلعم کی پندرہ یا سولہ بیبیاں نہ تھیں۔ اس واقعہ کے تحریر کرنیوالے مصنف کے ہم مرہون احسان ہونگے۔ اگر وہ اپنے دعوے کو تقویت دینے کیلئے کسی معتبر سند کا حوالہ پیش کرے صحت واقعہ اور صداقت نہایت ہی ضروری چیزیں ہیں۔ اور ان سے کسی قسم کا گریز کرنا کسی کے لئے کفارہ نہیں ہو سکتا

اصول تعدد ازدواج کے متعلق جس کی اجازت اسلام نے دی اسکے متعلق یہ یاد رکھنا چاہئے۔ کہ تسلسل خاندان ہی فقط شرط نہیں۔ جس کے ماتحت دو بیبیوں سے نکاح کرنے کی اجازت ہے۔ ان شرائط میں سے جن کے ماتحت تعدد ازدواج کی اجازت ہے۔ یہ بھی ایک شرط ہوگی

لیکن اصلی اور حقیقی شرط نہیں - وہ لوگ جو اسلام کی تاریخ سے تھوڑی بہت واقفیت رکھتے ہیں - انہیں اس امر کا علم ہونا چاہئیے - کہ تعداد ازدواج کا حکم غزوہ احد کے بعد ہوا جبکہ مسلم سپاہیں قتل و غارت کی وجہ سے فرقۂ ذکور کی آبادی میں بہت کمی واقع ہوگئی - یتیمے اور بیوگان کی ایک جماعت کثیر کی حفاظت کی ضرورت لاحق ہوئی - قومی تباہی کے ایسے نازک وقت میں کثیرالازدواجی ہی ایک ضروری و حکمی علاج تھا - اسلئے عام طور سے سوسائٹی کی سود و بہبود کے لئے یہ اصول شائع کیا گیا - بہبودی و بھلائی کے انہیں اصولوں کا منفرداً اطلاق بھی ہوسکتا ہے - تاہم یہ امر یاد رکھنے کے قابل ہے کہ تعدد ازدواج کی فقط بعض حالات کے اندر اجازت ہی تھی اور یہ کوئی قاعدہ نہیں ہے بلکہ یہ دوسرے لفظوں میں قاعدہ سے ایک استثنائ ہے +

دُنیا نے ابھی جنگ عظیم سے مخلصی پائی ہے - اور تمام کا تمام یورپ طبقۂ نسوان کی فالتو آبادی سے معمور ہے - یہی مسئلہ اب مُہذّب دُنیا کے سامنے ہے - تاہم ہم یہ خیال نہیں کرتے - کہ کلیسیا جس کا یہ قیاسی اصول ہے کہ ایک ہی بیوی ہونی چاہئیے - اور کہ جسکے اس ہی اصول میں کسی قسم کے استثنا کی اجازت نہیں - اس مسئلہ کو ان خیالات کو لئے ہوئے حل کر سکے - جسمیں اس کی آبرو ریزی نہ ہو - یورپ کو جلدی یا دیر سے تعدد ازدواج کے اسلامی اصول کے سامنے تسلیم خم کرنا ہوگا - وگرنہ لاتعداد بداخلاقی کا وہ شکار ہو کر رہیگا +

مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور کی ذیل کی کتب زیر طبع ہیں - احباب درخواستہائے خریداری ارسال فرما کر ممنون فرمائیں +

(۱) قرآن اور جنگ (۲) تفسیر سورۂ فاتحہ (۳) سیرت نبوی (یعنی آنحضرت صلعم کی زندگی کا مختصر سلسلہ) (۴) بعثت اسلام +

مینیجر

وحدانیت

قل ھو اللہ احد ۰ اللہ الصمد ۰ لم یلد ولم یولد ۰ ولم یکن لہ کفوا احد ۰

آیات بالا میں اللہ تعالیٰ نے اپنی وحدانیت کا ذکر کیا ہے اور ساتھ ہی پہلو تین اور صفات بھی بتلائی ہیں۔ یعنے اپنا قادر مطلق اور بے نیاز ہونا۔ نہ کسی کا باپ اور نہ کسی کا بیٹا ہونا اور بےمثال و بےہمتا ہونا یہ سب صفات خدا کے واحد ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہیں لیکن اس سے یہ نہ سمجھا جائے۔ کہ خداوند تعالیٰ کو اپنی وحدانیت منوانے میں کوئی خاص غرض و فائدہ مدنظر ہے۔ اور اسے ان ہستیوں سے ضد اور عناد ہے جن کی خدائی کو وہ دیکھ نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کی اپنی شان کبریائی کے مقابلہ میں ان کرشن و عیسیٰ جیسے خداؤں کی حیثیت جنہیں لوگوں نے ایک غرضی اور دوراز فہم خدائی کا چولا پہنا رکھا ہے کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتی۔ اللہ تعالیٰ کا اپنی وحدانیت پر زور دینا صرف اسلئے ہے کہ وہ چاہتا ہے کہ اسکی ذات کے مختلف صفات لوگوں پر ظاہر ہوجائیں ان میں سے ایک اس کا احد ہونا بھی ہے۔ اور اسی لئے حضرت رسول اکرم صلعم نے مسلمانوں کو حکم دیا۔ کہ وہ اپنے تئیں اللہ کا عبد سمجھیں۔ عبد سے مراد مخلوق ہے جو اپنی نسبت اپنے خالق یا خدا سے کرنا چاہتی ہے اس سورۂ بالا کے لکھنے میں یہ خصوصیت کے ساتھ بتلانا نہیں چاہتا کہ خدا کی وحدت کے متعلق غلط خیالات کی تردید میں اسلام دنیا میں گوئے سبقت لے گیا ہے لیکن میں اس نتیجہ کی طرف توجہ مبذول کرنی چاہتا ہوں جو تخلقوا باخلاق اللہ کے حکم کے ماتحت خدائی صفات میں حصہ لینے سے

مرتب ہو سکتا ہے۔ اس سورہ کی غرض یہ ہے کہ جس طرح اللہ تعالےٰ یکتا ہے اسی طرح ہر انسان کو چاہئیے کہ وہ اپنے ہمجنسوں میں یکتا ہونے کی کوشش کرے اور اسے چاہئیے ان ربانی صفات میں سے کم از کم چند ایک ہی اپنے اندر پیدا کرے۔ انسان خدا کی پرستش کبھی مکمل طور پر نہیں کر سکتا۔ جب تک کہ اسکے دل میں ایسی کسی خدائی صفات کا عکس نظر نہ آئے۔ مسلمان عام طور پر سورۂ بالا کو اپنی نمازوں میں بکثرت پڑھتے ہیں۔ لیکن کیا ایک لحظہ بھر کے لئے بھی کبھی کسی نے غور کیا۔ کہ ہر روز بار بار اس کے پڑھنے میں کیا راز پوشیدہ ہے اس سے یہ نہ سمجھنا چاہئیے۔ کہ اللہ تعالےٰ یکتا اور بے ہمتا کہلوا کر خوش ہوتا ہے۔ بلکہ وہ چاہتا ہے۔ کہ ہم میں سے ہر ایک بھی کسی نہ کسی رنگ میں لاثانی ہو گو اس کا ہمیشہ ایسا ہونا کمیت و کیفیت میں خدا جیسا نہ ہو۔ اس غرض کیلئے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اعلےٰ سے اعلےٰ طاقتیں عطا کر رکھی ہیں۔ ہم پر یہ فرض ہے کہ ہم ان قابلیتوں سے جو ہم میں خدا نے ودیعت کر رکھی ہیں پورا پورا فائدہ اٹھائیں۔ ایسے لوگ بھی موجود ہیں جو کسی بلند رتبہ پر پہنچنے کو قومی فرض خیال کرتے ہیں لیکن ایک مسلمان کے لئے یہ کام سراسر مذہبی ہی خیال کیا جاتا ہے اگر اس اہم فرض کی طرف سے غفلت کو کام میں لاویں تو گویا ہم اپنی پیدائش کی بڑی غرض کا انکار کرتے ہیں۔ وحدانیت کے بعد اللہ تعالیٰ کی بڑی صفت صمدیت کا ذکر ہے۔ جو چاہتی ہے۔ کہ ہم کسی دوسرے کی ہمت اور مدد پر حصر نہ رکھیں۔ جو لوگ دوسروں کا ہاتھ دیکھتے اور ان کے محتاج ہیں۔ وہ جو اس خالق کی عزت و تقدیس نہیں کرتے۔ جس نے انہیں اس غرض کیلئے پیدا کیا کہ وہ خود اپنے لئے دنیا میں روزی پیدا کریں۔ اور راہ نکالیں اسلام کیلئے وہ زمانہ نہایت ہی منحوس تھا۔ جبکہ اس نے اس تعلیم کی اصل غرض کی طرف سے آنکھ بند کر لی اور سست پڑ گئے۔ اسلام کی طرح وہی مذہب سچا ہو سکتا ہے جو لوگوں کو بالکل آزادانہ زندگی بسر کرنے کی تعلیم دے۔ اور یہی خدا کی دوسری

صفت (صمدیت) ہے +

لم یلد ولم یولد میں اللہ تعالےٰ کی صحیح ہستی کا صحیح علم دیا گیا ہے۔ اور جیسے کہ دنیا کے زیادہ تر حصے نے قبول کیا ہوا ہے۔ میری غرض اس جگہ یہ نہیں کہ تم ان تمام مذاہب کو جنہیں آسمانی باپ اور اسکے بیٹے کے متعلق نہایت دلچسپ قصے درج ہیں تہ و بالا کردو۔ میں صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ یہ مختصر سی آیت پُر از معانی و اسرار ہے +

آپ اگر ان اسباب اور طریقوں پر غور کرو۔ جن سے کوئی قوم بنتی اور بڑھتی ہے تو آپ کو معلوم ہو جائیگا۔ کہ ابتدا میں ایک بڑے قبیلے کا ایک ہی سردار ہوا کرتا ہے۔ وہ قبیلہ بڑھتے بڑھتے ایک قوم کی حیثیت اختیار کرلیتا ہے۔ اور یہ سب کچھ ایک باپ اور اس کے بچوں کی وجہ سے ہوتا ہے۔ لیکن اسلام تمام قومی اور ملکی حدبندیوں سے بالاتر ہے۔ اور کسی خاص سوسائٹی سے وابستہ نہیں۔ ایک مسلمان جو اس خدا کا بندہ ہے لم یلد ولم یولد ہے وہ کسی فرقہ و قوم کی تنگ الجھنوں میں پھنسنا نہیں چاہتا۔ وہ اس قسم کی باتوں کو ناقابل برداشت گناہ خیال کرتا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی مسلمان عالمگیر اسلامی برادری سے خیال کو چھوڑ کر کسی خاص ملکی و قومی تنگخیالی کو پسند کرتا ہے وہ دائرہ اسلام میں نہیں رہ سکتا۔ اسے تو اس قسم کے محدود قومی خیالات سے بالاتر ہونا چاہئے۔ تمہاری قومیت میں تو سوسائٹی کے باہمی تعلقات کا رنگ ہے اور خدا ایسی باتوں سے منزّہ اور پاک ہے۔ لیکن مسلمانوں کی قوم رُوحانی رشتہ سے جکڑی ہوئی ہے اور اس کا رہبر حضرت محمد صلے اللہ علیہ وسلم ہے

اللہ تعالےٰ کی آخری بڑی صفت لیس کمثلہ شئی ہے۔ اس امر کے ثبوت میں خدا کی اس صفت پر ہمارا پختہ اور سچا اعتقاد ہی ہمیں چاہیے کہ ہم اپنی قوتوں کا جائز استعمال کرکے اپنے ہمجنسوں میں ہم بھی لاثانی سمجھے جائیں۔ کیونکہ خدا کی عطا کردہ قابلیتوں اور طاقتوں کا اصل شکریہ تو اسی طرح ادا ہو سکتا ہے جبکہ ہم ان سے پورا پورا فائدہ اٹھائیں لہٰذا ہم مسلمانوں کو چاہئے کہ ہم خود اپنی ہمت سے اپنا کام سنواریں +

"ہدایت" رنگون

فرقہ بندی

ایک مدت سے اسلام پر تباہی اور بربادی کی جو لہر بڑھتی چلی آ رہی ہے۔ اور مصائب و تکالیف کی جو گھنگھور گھٹا اسلامی دُنیا پر چھائی ہوئی ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ ملک کے اطراف و جوانب میں مختلف کانفرنسیں اور انجمنیں قائم ہو رہی ہیں اور اس تباہ کن سیلاب کی روک تھام کیلئے مختلف ذرائع عمل میں لائے جا رہے ہیں لیکن افسوس ہے کہ اس قدر جدوجہد کے باوجود اس وقت تک خاطر خواہ کامیابی نہیں ہوئی۔ تاہم یہ باعث مسرت ہے کہ مسلمان اب خواب غفلت سے بیدار ہو گئے ہیں۔ انہیں اپنی ناگفتہ بہ حالت کا اچھی طرح سے احساس ہو گیا ہے جس طرف ہم نظر کرتے ہیں مسلمانوں کو جوش و خروش سے خداوند عالم کی آخری شمع ہدایت کو بجھنے سے بچانے کے لئے کوشش کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ آج وہ ہر جائز اور ممکن طریقہ سے اسلام کی کھوئی ہوئی عظمت اور اقتدار دوبارہ قائم کرنے کیلئے مستعد ہیں لیکن افسوس ہے کہ ہم نے انفرادی طاقت کے بل پر اس عظیم الشان و مقدس تحریک کا بیڑا اٹھایا ہے ہمیں اپنے مرض کے اصلی اسباب معلوم نہیں ہیں صرف ظاہری علاج کارگر نہ ہوگا۔ اگر ہم اسلام کی اگلی عظمت اور سابقہ شان و شوکت کو دُنیا میں از سر نو قائم کرنا چاہتے ہیں تو ہم کو چاہیئے کہ باطنی علاج کی طرف بھی متوجہ ہوں شجر اسلام کھوکھلا ہو گیا ہے باہمی عداوت اور نا اتفاقی کی دیمک اندر ہی اندر تمام درخت کو چاٹ گئی ہے۔ فرقہ بندی کے جراثیم نے چمن ہاشمی کو گدلا کر دیا ہے۔ اسلامی درخت گرا چاہتا ہے صرف باد مخالف کے ایک جھونکے کی ضرورت ہے۔ باغبان چمن اسلام پیر پھیلائے خراٹے لے رہا ہے۔ وہ خواب میں دیکھ رہا ہے کہ شجر اسلام ترو تازہ ہے۔ بیشمار پھول کھلے ہوئے ہیں۔ اسے معلوم نہیں کہ درخت کی اندرونی حالت کیا ہے وہ خواب سے چونک پڑا ہے۔ وہ پھلوں کے انتظار میں درخت کی طرف امید بھری نگاہوں سے تک رہا ہے۔ وہ صبح و شام بدستور پانی دیتا ہے لیکن آج تک اسے اپنی محنت کا ثمرہ حاصل نہیں ہوا۔ آج یہی حالت ہم مسلمانوں کی ہے۔ ہم غیر قوموں کو مات دینا چاہتے ہیں۔ ہماری تمنا ہے کہ ہم دنیا کی ترقی یافتہ قوموں سے بازی لیجائیں ہماری دلی خواہش ہے کہ اسلام کی عظمت دُنیا میں دوبارہ قائم ہو۔ ہم حصول مقصد کیلئے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں اور جی توڑ کوشش کرتے ہیں لیکن ہمیں اپنی ناکامیابی کی وجہ معلوم نہیں ہے۔ ہم نہیں جانتے کہ ہمارے مرض کے اصلی اسباب کیا ہیں؟ برادران! اگر ہم چاہتے ہیں۔ کہ اسلام کی عظمت و شوکت دوبارہ قائم ہو اور دنیا میں ہماری دن دونی رات چوگنی ترقی ہو۔ تو یہ ہمارا فرض ہے کہ ہم تمام جزئی اور فروعی اختلافات کو بالائے طاق رکھدیں۔ باہمی مخالفت اور آپس کی نا اتفاقی کو یکلخت ترک کر دیں فرقہ بندی سے باز آئیں۔ اور اتفاق اور اتحاد سے کام کرنا سیکھیں۔ اگر ہم تاریخ اسلام کا بغور مطالعہ کریں تو ہمیں یہ معلوم ہوگا کہ اسلام کی مستحکم اور مضبوط بنیاد جس چیز نے ہلا دی وہ یہی فرقہ بندی تھی انما المومنون

اخوۃ کی فلاسفی کو ہم بھول گئے تھے۔ اس لئے مدت دراز تک شیعہ سنّی اشعری معتزلی حنبلی۔ اسمٰعیلی وغیرہ کا جھگڑا جاری رہا۔ لاکھوں آدمی قتل کئے گئے۔ قتل و غارت کا بازار گرم تھا۔ وہ قوت جو مخالف کے مقابلے میں استعمال ہوتی تھی۔ آپس کی غارتگری میں صرف ہونے لگی۔ آخر یہاں تک نوبت پہنچی کہ ہم بحس و حرکت پڑے رہ گئے۔ غیروں نے میدان صاف دیکھ کر ہاتھ صاف کرنا شروع کیا۔ آج جو ہماری حالت ہے وہ ہمارے لئے اور ہماری آیندہ نسل کیلئے تازیانۂ عبرت ہے۔ اگر اب بھی ہم اسی تیں میں تُو تُو میں میں مشغول رہے تو پھر ہمارا خدا حافظ ہے۔ اب وہ زمانہ آگیا ہے کہ تمام مسلمان خواہ وہ کسی فرقے یا جماعت کے ہوں ایکجان دو قالب ہو کر کام کریں۔ تمام مشترکہ کاموں میں ملجائیں تاکہ حصول مقصد میں آسانی ہو۔ تبلیغ اسلام اشاعت قرآن و حفاظت سرحد اسلام سب مسلمانوں پر فرض ہے۔

مسلمانو! بیدار ہو۔ خوابِ غفلت سے جاگو کیونکہ اسلام ناخدا کی نااہلیت اور جہازیوں کی حماقت اور جہالت سے گرداب میں آپھنسی ہے۔ اگرچہ جہازیں دو جہاندیدہ۔ تجربہ کار اور مستقل مزاج بھی ہیں لیکن نقارخانے میں طوطی کی آواز کون سنتا ہے۔ انکی چیخ و پکار بیکار رہے اب بھی اگر ہم کفر کے فتوے دینے۔ شرک کے سرٹیفکیٹ عطا کرنے اور الحاد کا تمغہ اور ارتداد کے میڈل عنایت کرنے سے باز نہیں آسکتے۔ اور تعصب۔ کینہ۔ حسد۔ نفسانیت اور مخالفت کو دل سے نہیں نکال سکتے۔ تو میں وثوق کے ساتھ کہ سکتا ہوں کہ ہم کبھی حقیقی معنوں میں کامیاب نہیں ہونگے۔ صدیوں کی کدورتوں کو مٹانا آسان کام نہیں ہے۔ اسلئے اسبات کی سخت ضرورت ہے کہ فرقہ بندی کی برائی کے متعلق سینکڑوں کتابیں لکھی جائیں۔ فرقہ بندی اور باہمی تنازع کے نقصانات لوگوں کے ذہن نشین کرائے جائیں۔ مشترکہ کاموں میں مل کر کام کرنے کی ضرورت اور متفقہ اور متحدہ قوتوں سے کام کرنے کے برکات اور اس کے نتائج لوگوں کو بتلائے جائیں۔ عوام الناس کو سمجھا دیا جائے کہ بجز اتفاق کے ہماری تمام کوششیں بیکار رہیں۔ اسلئے ہم کو چاہئے کہ تمام جھگڑوں اور تنازعوں کو بالائے طاق رکھ دیں ؎

وگرنہ دوستو سُن لو کہ ہے آپس کی اَن بَن کا
وہی انجام جو ہوتا رہا ہے آشکارا تک
پڑے ہیں جا بجا بکھرے ہوئے اطرافِ عالم میں
کھنڈر لاکھوں ہمارے قوتوں کے یادگارا تک
ہزاروں باغ ویراں ہو گئے آپس کے جھگڑوں میں
پلٹ کر پھر نہیں آئی جہاں فصل بہارا تک
نہ سمجھو یہ کہ فارغ ہو گئے ہم خاک میں مل کر
ہماری گھات میں ہے انقلابِ روزگار اب تک

(حالی)

لمعات انوار محمدیہ

رسول کریم صلعم کے پاک حالات - آپ کے خلق عظیم کا آئینہ حسن معاشرت کا فوٹو - علمی - ادبی - اخلاقی و اصلاحی مضامین کا دلنواز مجموعہ آنحضرت صلعم کے مختلف شعبہ ہائے زندگی کا دلکش مرقع جناب خواجہ کمال الدین صاحب بی اے - ایل ایل - بی - مسلم مشنری و حضرت مولوی صدر الدین صاحب بی اے - بی ٹی و حضرت مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی و جناب شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی بیرسٹر ایٹ لاء و جناب مارمیڈیوک پکتھال صاحب و جناب ایس - ایچ لیڈر مصنف طوبیزرٹ و دیگر مشاہیر قوم کے گرانقدر مضامین ہیں جو نہایت قابل دید ہیں اور آنحضرت کو مختلف حیثیتوں میں پیش کیا گیا ہے + قیمت ۶ ر بیجلد - مجلد ۱۰ ر

موارید ثلاثہ

۱ - براہین نیرہ - حصہ اول معروف بہ زندہ و کامل الہام - قیمت - - - ۱۲ ر

۲ - اسوہ حسنہ " " بہ زندہ و کامل نبی " - - ۸ ر

۳ - ام الالسنہ " بہ زندہ و کامل زبان - - ۱۲ ر

ان تینوں کتابوں میں علی الترتیب یہ تین باتیں ثابت کی گئی ہیں کہ کتابوں میں کتاب قرآن نبیوں میں نبی (حضرت) محمد عربی - اور زبانوں میں زبان عربی - براہین نیرہ میں یہ بحث ہے کہ کل کتب مقدسہ کے مقابل قرآن ناطق خاتم اور کامل الہام ہے - تہذیب و تمدن انسانی پر قرآن کی تعلیم آئی مع کی گئی ہے - اسوہ حسنہ میں انسانی رہنمونی کے لئے آنحضرت صلعم کا کامل نمونہ بحیثیت انسان کامل دکھلایا گیا ہے - ام الالسنہ ایک جدید تصنیف ہے اسمیں یہ دکھلایا گیا ہے کہ زبان عربی دیگر زبانوں کی ماں اور الہامی زبان ہے +

ذرائع علم کا مذہب

قیمت ۸ ر تفصیل مضامین :- مذہب اور سائنس میں چولی دامن کا ساتھ سب طاقتور ذریعے علم انسان کا مذہب - الہام ایک ضرورت تھی - سب بنیادی مقصد ارتقاء کی جان اخلاق توازن جذبات کا نام ہے یسوع کی پیدائش اور نزول الضر - روح ایک باشعور قوت نامیہ ہے بعض علوم ممنوعہ مسئلہ ارتقائے انسانی صحیفہ ارتقا کفارہ پر ایمان لانا خود اپنی ہتک کرنا ہے - مذہب کے متعلق خیالات باطلہ اور فلسفہ ترقی کیلئے سم قاتل ہیں - اہل ہند کی جدید بت پرستی اور اہل مغرب کی انسان پرستی بعض کلیسا ہیں اور فضل ہی انسان کیلئے اچھی اصلاح ہی بہترین ہے مسیح کو رب العالمین معبود +

مسیح کی الوہیت اور انکی کامل انسانیت پر ایک نظر قیمت بیجلد - - - - - ۶ ر

اسلام اور علوم جدیدہ - قیمت - - - - - ۱۲ ر

دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ

تفصیل مضامین باب (۱) دنیا کے مشہور شہدائے ثلاثہ باب (۲) سقراط باب (۳) مسیح باب (۴) حسین باب (۵) دنیا پر شہادت کا اثر - کتاب نہایت ہی قابل دید ہے پہلے سہ شہداء کی شہادت کا علیحدہ علیحدہ تذکرہ کر کے پھر حضرت امام حسین علیہ السلام کے واقعہ شہادت

سقراط - مسیح - حسین

مصنفہ شیخ مشیر حسین صاحب قدوائی

بذریعہ کارڈ مطلع فرمائیں +

اسلام میں کوئی فرقہ نہیں

جدید تصنیف حضرت خواجہ کمال الدین صاحب بی اے ایل ایل بی مسلم مشنری

پیرس کی عظیم الشان مذہبی کانفرنس کا تذکرہ غیر مسلمین و نومسلمین سے اختلافی مسائل شیعہ و سُنّی و مراسم نماز پر علی الترتیب مکالمات موجودہ ہندو مسلم اتحاد - فرقی اختلافات پر تنقیدی نظر - تمام نظام عالم کا اصولی امور میں متحد ہو کر اپنی نوعیت میں اختلاف کرنا مسلم ہے - اور اس کے متعلق صحیفۂ قدرت سے استدلال - حدیث ان اللہ لا یجمع امتی او قال امة محمد علی ضلالہ اور اختلاف امتی رحمۃ کی دلچسپ تشریح - سب نام نہاد فرقہ ہائے اسلام کے اصول ایک ہیں حدیث اثنان سبعون فی النار و واحد فی الجنۃ وھی الجماعۃ یعنی بہتر آگ میں جائیں گے اور ایک جنت میں اور وہی جماعت ہے کی تشریح - شعبہائے ایمان پر بحث - اپنے عقائد کا اظہار - نبوت کے معنے اور ختم نبوت پر سیر کن بحث - نزول و وفات مسیح پر روشنی - آنیوالے مسیح کے مسئلہ پر بحث - جدید الخیال اصحاب قادیان کی نبوت پر مختصر جرح و قدح - مسیح ناصری اور مثیل مسیح پر افترا و غلو کی مماثلت - جناب بہاء اللہ کی نبوت اور جدید الخیال احباب قادیان کی نبوت مخترعہ کا مقابلہ - دنیا میں ضرورت نبوت - اخیر میں ثابت کیا ہے کہ اسلام میں کوئی فرقہ نہیں - الغرض کتاب موصوفہ بہت سے مذہبی معلومات کا بے بہا ذخیرہ ہے جس سے بہت سے مسائل حل ہو سکتے ہیں - یہ کتاب امید ہے کہ ہر پڑھنے والے کے دل میں جمہور اہل اسلام کی محبت پیدا کریگی - خواہ کوئی کسی فرقہ سے بھی کیوں تعلق نہ رکھتا ہو - یہ اس بیگانگت و اجنبیت کو دور کریگی جو مختلف فرقہ ہائے اسلام آپس میں رکھتے ہیں اور اس سیاسی تصادم کے وقت جمیع مسلمانوں کو متفق و متحد ہو کر کام کرنے کیلئے تیار کریگی اس کتاب میں علماء دین کی خدمت میں بھی مودبانہ التماس کی گئی ہے کہ وہ آئے دن کے فروعی تنازعات و مناقشات کو دور کرنے کی کوشش فرمائیں - کیونکہ اس سے مسلم قوم کو سخت نقصان پہنچنے کا احتمال ہے اور مسلم قوم نے انہی خرخشوں کی وجہ سے بہت سی تکالیف اٹھائی ہیں - ضخامت ۲۱۶ صفحہ قیمت قسم اول ۱۲ قسم دوم ۱۰ علاوہ محصول ڈاک

درخواستیں بنام خواجہ عبد الغنی منیجر مسلم بک سوسائٹی عزیز منزل لاہور آنی چاہئیں

اسلامیہ اسٹیم پریس (؟) لاہور میں حافظ مظفر الدین کے اہتمام سے چھپا کر خواجہ عبد الغنی صاحب منیجر اشاعت اسلام لاہور نے شائع کیا